اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ؕ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

نمبر ۵۲۵۴

رجسٹرڈ ایل

روزنامہ

الفضل ربوہ

عید الاضحی نمبر

فی پرچہ ۳/

ایڈیٹر: روشن دین تنویر بی اے ایل ایل بی

The Daily ALFAZL Rabwah

جلد ۴۵/۱۰ — ۱۷ ماہ وفا ۱۳۳۵ ھش — ۱۷ جولائی ۱۹۵۶ء — نمبر ۱۶۵

کیا خلیلؑ کے بیٹے نے جو وہ کام کرو۔

نئی حیات کی آمد کا احترام کرو
جدید ارض و سما کو اُٹھو سلام کرو

ہے آرزو کہ لبِ بام ہوں وہ جلوہ فروز
تو آہ و زاری و فریاد زیرِ بام کرو

پڑے ہوئے بے حس و حرکت مثالِ سنگِ گراں
فضا میں شمس و قمر کی طرح خرام کرو

اگر خلیلؑ کے بیٹوں میں چاہتے ہو شمار
کیا خلیلؑ کے بیٹے نے جو وہ کام کرو

مسیحِ وقت نے بخشا ہے فیضِ نطق تمہیں
کلیم کی طرح اللہ سے خود کلام کرو

سوادِ مشرق و مغرب پہ ظلمتیں ہیں محیط
جہاں میں نورِ رُخِ مصطفےٰؐ کو عام کرو

بیت اللہ شریف

جنوں بغیر طوافِ حرم ہے کیا تنویرؔ ؛ گریباں چاک کرو ترکِ ننگ و نام کرو

روزنامہ الفضل ربوہ
مورخہ ۱۷ جولائی ۱۹۵۶ء

قربانی کی قیمت

بعض مسلمان ماہرین اقتصادیات ہر سال عید الاضحیہ کے موقعہ پر یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ اگر قربانیاں نہ دی جائیں۔ اور ان پر جو روپیہ خرچ ہوتا ہے وہ کسی قومی کام پر صرف کیا جائے۔ تو مسلمانوں کو جو ایک غریب قوم ہے بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

اس ضمن میں دینی نقطۂ نظر سے جو بحث کی جاتی تھی کہ آیا عید الاضحیہ کی قربانیاں مکہ مکرمہ کے سوا دوسرے مقامات پر بھی کرنی واجب ہیں یا نہیں۔ وہ تو اب شاذ ختم ہو چکی ہے۔ کیونکہ خود عید الاضحیہ کا نام ہی ظاہر کرتا ہے کہ اس عید کو جو قربانیاں دی جاتی ہیں وہ حج کی قربانیوں سے علیحدہ ہیں۔ کیونکہ حج کی قربانیوں کو قرآن کریم میں ھدی کہا گیا ہے نہ کہ اضحیہ اس سے ظاہر ہے کہ عید الاضحیہ کی قربانیوں کو حج کی قربانیوں سے علیحدہ حیثیت حاصل ہے۔ اور یہ مکہ مکرمہ سے خاص نہیں بلکہ ہر جگہ دی جا سکتی ہیں۔ البتہ اگر کوئی چاہے تو مقدس مقامات پر زیادہ ثواب کی خاطر دے سکتا ہے۔

باقی رہا اقتصادی سوال تو سوال یہ ہے کہ اگر یہ قربانیاں سنت سے ثابت ہیں تو یقیناً یہ خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ اور محض روپیہ بچانے کے لئے ان کا ترک کرنا کسی طرح جائز نہیں سمجھا جا سکتا۔

یہ بات قریباً ہر شخص جانتا ہے کہ یہ قربانی سیدنا ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس عظیم الشان قربانی کی یاد میں دی جاتی ہے جو قربانی آپ نے اپنے لخت جگر سیدنا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ایک الٰہی اشارہ کے مطابق دینی چاہی تھی۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں مفصل آتا ہے۔ جب آپ اپنے رؤیا کے پیش نظر اپنے لخت جگر کو فی الحقیقت چھری سے ذبح کرنے کے لئے بالکل تیار ہو گئے تھے۔ اور لٹا کر چھری پھیرنا ہی چاہتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ کو روک لیا۔ اس طرح آپ کی تسلیم و رضا کا امتحان مکمل ہو چکا۔ تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آپ نے اپنے لخت جگر کو اپنی زندگی تک بہ تن قربانی بن کر مکہ مکرمہ کی وادی غیر ذی زرع میں رہائش اختیار کرنے کی خاطر وقف کر دیا تاکہ وہ دین کی خدمت کریں۔

مکہ مکرمہ ایک مرکزی جگہ ہے جو ایشیا افریقہ اور یورپ الغرض تمام زمینوں سے تقریباً یکساں فاصلہ پر واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنا گھر ہمیشہ کے لئے قائم کرنا چاہتا تھا اور یہ امر ایک بہت بڑی قربانی چاہتا تھا۔ اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے ابو الانبیاء سیدنا حضرت ابراہیم کے لخت جگر کو چنا۔ اور اس عظیم کام کے لئے جو قربانی درکار تھی اس کی آزمائش ضروری تھی۔

ظاہر ہے کہ جو بندۂ حق اپنے ہاتھ سے اپنے لخت جگر کے گلے پر چھری پھیرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ کہ رؤیا میں لفظاً یہی اشارہ پایا جاتا تھا۔ تو ایسے شخص کا ہی دل گردہ ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اپنے لخت جگر کو ایک وادی غیر ذی زرع میں اللہ تعالیٰ کا گھر قائم اور آباد کرنے کے لئے تن تنہا ہمیشہ کے لئے چھوڑ دے۔ اور سوائے اس کی والدہ مقدسہ کے کوئی اس کا ہمدم و مددگار نہ ہو۔

یہ کتنا بڑا وقف تھا یہ کتنی بڑی قربانی تھی! اس کا اندازہ ان نتائج سے لگایا جا سکتا ہے جو اس وقف سے برآمد ہوئے۔ آج یہی مقام مرجع خاص و عام بنا ہوا ہے۔ اور دنیا کے ہر کونے سے لوگ کھچے کھچے بیت اللہ کی زیارت اور اس مقدس گھر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہونے اور اس کے طواف کے لئے چلے آتے ہیں۔ حالانکہ اس گھر کو معرض وجود میں آئے کم و بیش پانچ ہزار برس کا عرصہ ہو چکا ہے۔ لیکن یہ واقعہ قربانیوں کی وجہ سے ہمارے دلوں میں اس طرح تازہ ہے جیسے کل کا واقعہ ہے۔

عید الاضحیہ کی قربانیاں ہمیں اس عظیم الشان قربانی کی یاد دلاتی ہیں اور ہمارے دلوں میں وہ جذبہ عبادت پیدا کرتی ہیں۔ خواہ ہمارا یہ جذبہ عبادت کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو۔ جو تسلیم و رضا کے ان پیکروں کے رگ و پے میں موجزن تھا جن کو آج ہم خلیل اللہ اور ذبیح اللہ کے خطابوں سے پکارنا فخر سمجھتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا کوئی مالی فائدہ یا اقتصادی بچت اس مقدس جذبہ کی قیمت ہو سکتی ہے؟ اگر خدانخواستہ ہو سکتی ہے۔ تو پھر ہمارا مسلمان رہنا ہی ہیچ ہے بے معنے ہے اس طرح تو ہمیں ہر ایک عبادت کی قیمت نقدی میں مل سکتی ہے۔

ہمارے کرداروں میں جو کمزوریاں ہیں وہ انہی پراگندہ خیالیوں کی وجہ سے ہیں جو اقتصادی اور مادی نظریات نے پیدا کر دی ہیں ہمیں دینی اہم اور غیر اہم باتوں میں کوئی امتیاز ہی نہیں رہی۔ اقتصادی اور مالی لحاظ سے ہی دیکھا جائے۔ تو کتنی فضول خرچیاں ہیں جو روزمرہ کرتے ہیں افسوس ہے کہ انہیں تو ہم ضروریات زندگی میں سے سمجھتے ہیں۔ لیکن ایک مسلمان کی زندگی کی جو بنیادی اینٹیں ہیں۔ ان کو اکھاڑ پھینکنے میں ذرا دریغ نہیں کرتے۔

پھر موجودہ پیچیدہ معمہ اقتصادیات میں ایسی پہیلی کی حیثیت رکھتی ہیں؟ یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی قوم کی اقتصادیات کی بہبودی اسی قوم کی محنت اور مشقت پر انحصار رکھتی ہے۔ اگر ہم ایک سست اور کاہل قوم ہیں۔ تو ایسی بچتیں ہمیں کوئی نفع نہیں دے سکتیں۔ بلکہ الٹا ہمارے کردار میں جو کسی قدر خوبیاں باقی ہیں وہ بھی ضائع ہو جائیں گی ایک مسلمان کا صحیح کردار تو یہ ہے۔ کہ وہ زیادہ سے زیادہ ان قویٰ سے کام جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں اور ان قدرتی خزانوں سے زیادہ سے زیادہ کام لے جو اس کے چاروں طرف اللہ تعالیٰ نے بکھیر رکھے ہیں۔ تاکہ وہ اپنے قومی اپاہج اور معذور بھائیوں کے لئے زیادہ سے زیادہ انفاق کر سکے۔ غور کیجئے مراکش سے لے کر چین اور سائبیریا سے لے کر انڈونیشیا تک کتنے ہاتھ ہیں۔ جو کام کر رہے ہیں اور کتنے ہاتھ ہیں جو بیکار ہیں۔ ہمارے ماہرین اقتصادیات کو دین کی جڑیں کھودنے کی بجائے اپنا غور و فکر ان مسائل کے حل کی طرف ارزاں کرنا چاہیئے۔ تاکہ مسلمان اپنی فطری صلاحیتوں کو اپنے اور اپنے بھائیوں کی فلاح کے لئے استعمال کر سکیں اور دنیا اور دین میں وہ مقام عزو علا حاصل کریں۔ جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقدر کر رکھا ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

صاحبزادی امۃ الباسط سلمہا اور بیگم مرزا انور احمد کیلئے دعا کی تحریک

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صاحبزادی امۃ الباسط بیگم سلمہا اور بیگم صاحبہ صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب کی صحت یابی کے لئے خاص دعا کی تحریک فرمائی ہے۔ صاحبزادی امۃ الباسط بیگم سلمہا کا ۱۲ جولائی کو لنڈن میں اپریشن ہوا ہے نیز صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب کی بیگم صاحبہ کا بھی حال ہی میں اپریشن ہوا ہے۔ دعا کی تحریک کے متعلق حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تاریں موصول ہوئی ہیں ان کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

۱۔ "مری ۱۳ جولائی۔ لنڈن سے بذریعہ تار اطلاع موصول ہوئی ہے کہ عزیزہ امۃ الباسط کا اپریشن بفضلہ تعالیٰ کامیاب رہا ہے۔ اور appendix نکال دی گئی ہے۔

گزشتہ رات عزیزہ بیگم مرزا انور احمد کو Abortion کا شدید حملہ ہوا انہیں ہسپتال میں داخل کر دیا گیا ہے۔ احباب دونوں کی صحت یابی کے لئے دعا کریں۔ (خلیفۃ المسیح)"

۲۔ "مری ۱۴ جولائی لنڈن سے بذریعہ تار اطلاع موصول ہوئی ہے کہ عزیزہ امۃ الباسط سلمہا روبصحت ہیں تاہم ڈاکٹر صاحبان چند دن تک بحالی صحت کا بنظر غائر جائزہ لے کر اس بارہ میں اپنی یقینی رائے کا اظہار کریں گے۔

عزیزہ بیگم مرزا انور احمد کا گزشتہ رات اپریشن ہوا ہے حالت بفضلہ تعالیٰ تسلی بخش ہے۔ احباب دونوں کی شفائے کامل و عاجل کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔ خلیفۃ المسیح"

حضرت مرزا شریف احمد صاحب ربوہ تشریف لے آئے

ربوہ ۱۶ جولائی۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب سلمہ ربہ کل رات لاہور سے ربوہ واپس تشریف لے آئے ہیں پہلے کی نسبت طبیعت بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے البتہ کل سر درد کی شکایت رہی احباب صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔

خطبہ عید الاضحیہ

پہلے تم ذاتی قربانیوں کے ساتھ اپنے لئے عید پیدا کرو پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے تمہارے لئے ابراہیمی عید اتارے گا۔

قربانی اور ایثار کے ذریعہ ہی تم اُس خوشی کے مستحق ہو سکتے ہو جو آباء کی طرف سے ورثہ میں ملا کرتی ہے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ یکم فروری ۱۹۳۹ء

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک خطبہ عید جو حضور نے آج سے سترہ سال قبل یکم فروری ۱۹۳۹ء کو قادیان کی مقدس سرزمین میں ارشاد فرمایا تھا۔ عید سعید کی مبارک تقریب پر احباب کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا جاتا ہے۔ یہ خطبہ ابھی تک سلسلہ کے کسی اخبار یا رسالہ میں شائع نہیں ہوا تھا۔ اب اس تقریب کی مناسبت سے جبکہ الفضل اپنا خاص نمبر شائع کر رہا ہے۔ شعبہ زود نویسی اس خطبہ کو اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اسے ملاحظہ نہیں فرمایا۔ خاکسار محمد یعقوب مولوی فاضل انچارج شعبہ زود نویسی

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

مسلمانوں میں

دو عیدیں منائی جاتی ہیں

ایک عید عید الفطر کہلاتی ہے جسے ہمارے ملک کے لوگ چھوٹی عید کہتے ہیں۔ اور دوسری عید عید الاضحیہ کہلاتی ہے جسے ہمارے ملک میں بڑی عید کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ جمعہ بھی مسلمانوں کے نزدیک عید ہے اور چونکہ قرآن کریم میں جمعہ کی نماز کا خصوصیت کے ساتھ ذکر آتا ہے۔ اس لئے بعض اولیاء نے جمعہ کی عید کو ان دونوں عیدوں سے بھی بڑا قرار دیا ہے۔ بہرحال اجتماع کے لحاظ سے یہ دونوں عیدیں اپنے اندر خصوصیت رکھتی ہیں۔ اور چونکہ خوشی کا مظاہرہ لوگ جلد جلد نہیں کر سکتے۔ اس لئے بھی ان عیدوں کی لوگ زیادہ خوشی مناتے ہیں۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ یہ

مسلمانوں کے کھانے پینے کے دن

ہیں۔ گویا اس طرح ان عیدوں کی اجتماعی خوشی کے لحاظ سے آپؐ نے ایک جداگانہ حیثیت قرار دی ہے۔ پس ان عیدوں میں جو سبق ہے وہ جمعہ کی عید سے مختلف قسم کا ہے۔ اور ہمیں اس سبق کے سمجھنے اور اسے یاد رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اس سبق کے سمجھنے سے پہلے ہمیں انسانی فطرت کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اور دیکھنا چاہیئے کہ انسان کو جو خوشی پہونچتی ہے وہ کتنی قسم کی ہوتی ہے۔ چنانچہ جب ہم انسانی فطرت کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو ہمیں انسانی خوشی دو قسموں میں منقسم معلوم ہوتی ہے

ایک خوشی تو وہ ہوتی ہے

جس کا منبع انسان کا اپنا وجود ہوتا ہے۔ اور دوسری خوشی وہ ہوتی ہے جو دوسروں سے اسے ورثہ میں ملتی ہے۔ جسے متعدی خوشی کہنا چاہیئے۔ یعنے پہلے اس خوشی کو چند افراد حاصل کرتے ہیں۔ اور پھر آگے اسے اپنی اولادوں اور اولادوں کی اولادوں کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ اس سے کوئی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ چیز انسانی فطرت میں داخل ہے۔ کہ وہ اپنے آباء کی عزت اور خوشی میں اپنی خوشی اور عزت سمجھتا ہے۔ چنانچہ

قومی فخر یا خاندانی فخر

اسی کی مثال ہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی جب پوچھا گیا کہ کونسا شخص زیادہ شریف ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ یوسف جو نبی کا بیٹا تھا۔ اور پھر جو آگے ایک اور نبی کا بیٹا تھا۔ گویا یوسف کی عزت کی وجہ آپ نے یہ قرار دی۔ کہ وہ ایک نبی کا بیٹا تھا۔ اور اس کا باپ پھر ایک نبی کا بیٹا تھا۔ گویا متواتر اس کے آباء میں سے دو باپوں کو نبوت کا فخر حاصل ہونے کی وجہ سے یوسف کی عزت بھی بڑھ گئی۔ اور اس لحاظ سے سمجھنا چاہیئے کہ اس کی خوشی بھی بڑھ گئی تھی۔ اسی طرح جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ عربوں میں سے کونسے لوگ زیادہ معزز ہیں تو آپ نے فرمایا عربوں کے جو خاندان جاہلیت میں زیادہ درجہ رکھتے تھے۔ وہی اسلام میں بھی زیادہ درجہ رکھیں گے۔ بشرطیکہ وہ خود بھی متقی ہوں۔ اس میں بھی آپ نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اپنے آباء کے کاموں پر فخر کرنا یا ان کی عزت میں اپنے آپ کو شریک سمجھنا

ایک فطری تقاضا ہے

جس سے اسلام روک نہیں سکتا۔ وہ صرف اتنی پابندی لگاتا ہے کہ تم اپنے اندر ذاتی شرف بھی پیدا کرو۔ تاکہ اپنے آباء کی عزت کی خوشی پر خوشی مناکر تم منافق مت بنو۔ اور جس چیز کو ایک وقت میں عزت کا موجب قرار دو دوسرے وقت میں اسے حقیر قرار دے کر اور متروک کر کے اس سے بیزاری کا اظہار نہ کرو۔ کیونکہ جب کوئی شخص ایک شرف کو حاصل کرنے سے اجتناب کرتا ہے یا غفلت برتتا ہے۔ تو وہ اپنے فعل سے ثابت کر دیتا ہے۔ کہ وہ اسے شرف نہیں سمجھتا۔ پس

کسی دیانتدار انسان کا حق نہیں

کہ وہ بعض افعال کو تحقیر کے ساتھ ترک کر دے اور پھر انہی افعال کی وجہ سے اپنے باپ دادا کی عزت کا اعلان کرے۔ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ میں فلاں دادا کی اولاد ہوں جو بڑا بہادر تھا۔ اور خود بزدلی دکھاتا ہے۔ تو وہ درحقیقت دو اضداد کو ایک جگہ جمع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ وہ نقیضین کو ایک جگہ جمع کرتا ہے۔ کیونکہ ایک طرف تو وہ اس بات پر فخر کرتا ہے۔ کہ میرا دادا بہادر آدمی تھا۔ اور دوسری طرف وہ قربانی سے گریز کرتا ہے۔ اس کا

یہ فعل بتاتا ہے

کہ دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہے یا تو وہ جب اپنے دادا کے افعال پر فخر کرتا ہے تو وہ دوسروں کو بیوقوف بناتا ہے ورنہ اپنے دل میں اپنے دادا کو معزز نہیں سمجھتا۔

بلکہ ایک بے وقوف انسان سمجھتا ہے جو اپنی جان کو خواہ مخواہ بلا ضرورت اور بلا وجہ خطرات میں ڈال دیا کرتا تھا اور یا پھر وہ اس کے افعال کو تو اچھا سمجھتا ہے لیکن اپنے آپ کو ایک پاجی اور ذلیل انسان سمجھتا ہے جو شرافت کے احساسات سے عاری ہے اور اتنے گندے وجود پر شرف کا جبہ پہنانا بالکل احمقانہ بات ہے۔ غرض

یہ دونوں باتیں

ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ اگر تو ایسے شخص کے آباء جو خود بزدل ہے بوجہ بہادری اور جرأت دکھانے کے مکرم اور معزز ہو گئے تھے تو اگر یہ قربانی کرنے کے لئے تیار نہیں تو ان کی عزت اور ان کا شرف اسے کوئی نفع نہیں دے سکتا۔ اور اگر خطرہ سے جان بچانا ہی عزت ہے اور یہی عقل ہے اور یہی مناسب ہے تو پھر یہ کہنا کہ اس کے آباء مکرم اور معزز تھے یہ جھوٹ اور دھوکہ ہے۔ کیونکہ اگر قربانی سے بچنا عقلمندی ہے تو پھر جن لوگوں نے قربانی کی وہ جاہل اور ناداں تھے اور ہرگز کسی عزت کے مستحق نہ تھے پس ایسے شخص کے لئے

دو طریق

میں سے ایک کو اختیار کرنا لازمی ہو گا۔ یا تو اسے یہ کہنا پڑے گا کہ میرے آباء بے وقوف اور احمق تھے اور کسی شرف کے مستحق نہیں تھے اور یا پھر اسے یہ کہنا پڑے گا کہ میں ایک گندہ اور ذلیل وجود ہوں۔ کہ میرے آباء کا شرف اور ان کی عزت مجھے کوئی نفع نہیں دے سکتی۔ بلکہ ان کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا ان کی ہتک کرنا ہے اور اس نسبت سے مجھے کوئی عزت حاصل نہیں ہوتی بلکہ میری ذلت بڑھ جاتی ہے۔ کہ عزت کا سامان موجود ہوتے ہوئے میں نے ذلت کو اپنے لئے قبول کر لیا۔ یہی مثال دوسرے اخلاق کی بھی ہے خواہ وہ

دین کے ساتھ تعلق

رکھتے ہوں یا سیاست کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں یا اقتصادیات کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں۔ یا صنعت و حرفت کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں یا تجارت کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں۔

پس جیسا کہ میں نے بتایا ہے عزتیں دو قسم کی ہیں اور ان کے مقابلہ میں خوشیاں بھی دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جو ذاتی ہوتی ہیں اور ایک خوشی وہ جو ورثہ میں ملتی ہے ذاتی خوشی تو بہرحال خوشی ہوتی ہے۔ مگر جو خوشی ورثہ میں ملتی ہے وہ مقیّد ہوتی ہے۔ جب تک اس کے ساتھ ذاتی خوشی شامل نہ ہو وہ کارآمد نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات ذلت اور رسوائی کا موجب ہو جاتی ہے۔

انسانی فطرت کے اس مطالعہ کے بعد

اب ہمیں دینی دونوں عیدوں پر غور کرنا چاہیے کہ وہ ہمیں کیا سبق دیتی ہیں کہ جب ہم ان دو عیدوں کو جن میں سے ایک ہمارے ملک میں چھوٹی عید کہلاتی ہے اور دوسری بڑی عید کہلاتی ہے۔ دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اسلام جو اپنی تعلیمات میں تمام ضروری احکام پر مشتمل ہے اور تمام اچھے عناصر پر حاوی ہے اس نے فطرت کے اس تقاضا کو بھی ان دونوں عیدوں کے ذریعہ سے ظاہر کیا ہے مثلاً

چھوٹی عید کو دیکھو

اس عید سے پہلے ہم روزے رکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے بعد ہم ایک دن عید مناتے ہیں۔ وہ عید کسی گذشتہ عزت کی یاد نہیں ہوتی۔ ہمارے باپ دادا کے کسی شرف کو ظاہر نہیں کرتی بلکہ اس کا واحد مقصد یہی ہوتا ہے کہ ہم نے خود اپنی ذات میں قربانی اور ایثار کا ثبوت مہیا کیا ہوتا ہے اور اپنی قربانی کے ساتھ اپنے رب کو خوش کیا ہوتا ہے۔ پھر دوسری عید کو ہم دیکھتے ہیں جو

بڑی عید کہلاتی ہے

اس عید کے دن یا اس سے پہلے ہم نے اپنی ذات میں کوئی کام نہیں کیا ہوتا۔ کوئی خاص عبادت ہم نے نہیں کی ہوتی۔ کوئی خاص تکلیف ہم نے نہیں اٹھائی ہوتی۔ عام دنوں کی طرح ایک دن

آدابِ جنوں تم کو سکھائیں ذرا آؤ

اسلوبِ وفا تم کو بتائیں ذرا آؤ
آدابِ جنوں تم کو سکھائیں ذرا آؤ

جو ارض و سما اپنے لئے ہم نے بنائے
وہ ارض و سما تم کو دکھائیں ذرا آؤ

ہم بھول گئے خود کو بھی جس بات کو سن کر
وہ بات تمہیں بھی تو بتائیں ذرا آؤ

حوروں نے بھی گایا جو فرشتوں نے بھی گایا
وہ گیت تمہیں گا کے سنائیں ذرا آؤ

آواز تو آئی ہے من انصاری الی اللہ
اک نعرۂ نحن بھی لگائیں ذرا آؤ

کہ ہمیں اب بھی ضرورت ہے تمہاری
ماضی کو گلے مل کے بھلائیں ذرا آؤ

ناہیدؔ چلو ان کی جفاؤں کو بھلا کر
روٹھے ہوئے پیاروں کو منائیں ذرا آؤ

عبدالمنان ناہید

ہوتا ہے اور ہم اس دن یک دم عید کا اعلان کر دیتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ ہزاروں سال پہلے اس دن ہمارے باپ ابراہیمؑ سے ایک عظیم الشان کام صادر ہوا تھا اور اسے ایک خوشی پہنچی تھی اور چونکہ

وہ ہمارا روحانی باپ تھا

اور ہمارے روحانی باپ کا باپ تھا یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ ہم اس دن فوراً نئے کپڑے پہن کر یا دھلے ہوئے صاف کپڑے پہن کر گروہ در گروہ اور جماعت در جماعت اکیلے اکیلے اور اکٹھے ہو کر ایک میدان کی طرف جانا شروع کر دیتے ہیں اور ہم میں سے ہر ایک کا دل خوش ہوتا ہے اس لئے کہ ہمارے جد کو یہ عزت نصیب ہوئی تھی۔ اور چونکہ وہ خوش ہوا تھا اس لئے ہم بھی خوشی مناتے ہیں یا ہم اس دن

اس لئے خوش ہوتے ہیں

کہ ہمارے کچھ بھائی جو دور دراز کا سفر کر کے خدا تعالیٰ کے گھر کے پاس اپنے ایمان اور اخلاص کا تحفہ پیش کرنے کے لئے گئے تھے وہ اس پیشکش میں کامیاب ہو گئے اور حج مبرور ادا کر کے انہوں نے خدا تعالیٰ کے گھر میں عزت حاصل کی۔ پس چونکہ ہمارے بھائیوں کو خوشی پہنچی اس لئے ہم بھی خوش ہیں۔ پس ہماری یہ خوشی ورثہ کی خوشی ہوتی ہے اور ان دونوں عیدوں میں یہی سبق دیا گیا ہے کہ کسی قوم کی مکمل خوشی اسی میں ہے کہ اسے

دونوں خوشیاں پہنچیں

ایک خوشی تو یہ کہ اس کو ذاتی قربانی کرنے کی توفیق ملے اور دوسری خوشی یہ کہ اس کے آباء کو بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی کرنے کی توفیق عطا ہو۔ جب کسی قوم کو یہ دونوں خوشیاں نصیب ہو جائیں تو اس کی خوشی مکمل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص یہ دیکھتا ہے کہ میرے ماں باپ تو معزز اور مکرم تھے۔ لیکن میں تو ذلیل ہوں تو اس کا دل رنج سے بھر جاتا ہے اور وہ خوش نہیں رہ سکتا۔

تاریخوں میں ایک واقعہ آیا ہے

کہ ایک امیر شاعر ایک دن حمام میں نہانے کے لئے گیا۔ اور وہاں اس نے اپنا جسم ملوانے کے لئے ایک خادم کو بلوانے کا حکم دیا۔ حمام والے نے ایک مضبوط نوجوان اپنے نوکروں میں سے اس کا جسم ملنے کے لئے بھجوا دیا جب اس نے تہ بند وغیرہ باندھ لیا اور اپنے کپڑے اتار کر حمام میں بیٹھ گیا اور خوشبودار پانی اپنے جسم پر ڈالا اور خوشبودار مصالحے خادم نے اس کے جسم پر ملنے شروع کئے تو اس وقت کی کیفیت اسے ایسی لطیف معلوم ہوئی کہ اس نے اپنے نفس میں

موسیقی کی طرف رغبت

محسوس کی اور کچھ گنگنا گنگنا کر شعر پڑھنے لگا۔ جب وہ شعر پڑھ رہا تھا تو اچانک اس ملازم کی حالت متغیر ہو گئی اور اس کی چیخ نکل گئی۔ اور وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گیا۔ اس غسل کرنے والے نے سمجھا کہ شاید اس کو مرگی کا دورہ ہوا ہے اور اس نے حمام کے افسر کو بلایا اور اس کے پاس شکایت کی کہ میرے جسم کو ملنے کے لئے ایک مجنون اور بیمار کو بھیج دیا۔ اس نے معذرت کی اور کہا کہ آج تک اس نوجوان کی بیماری کا حال مجھے معلوم نہیں ہوا۔ یہ تو بالکل تندرست تھا۔ بہرحال وہ اسے ہوش میں لائے اور اس سے پوچھا کہ یہ

کیا واقعہ ہے

آج تک تو تم پر کبھی ایسا دورہ نہیں ہوا تھا۔ اس نوجوان نے نہائیت گھبرائی ہوئی حالت میں اس شاعر سے دریافت کیا کہ آپ نے جو یہ شعر پڑھے تھے یہ آپ نے کس سے سنے ہیں۔ اس نے کہا یہ شعر میرے اپنے ہیں اور مجھے نہائیت ہی محبوب ہیں۔ کیونکہ میں نہایت غریب ہوتا تھا اور نانِ شبینہ تک کا بھی محتاج تھا۔ اتفاقاً مجھے معلوم ہوا کہ فضل برمکی جو ہارون الرشید کے وزراء میں سے ایک وزیر تھا اور یحییٰ برمکی وزیر اعظم کا بیٹا تھا اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے

اور شاعروں کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ شعر کہہ کر لائیں۔ پھر جو مقابلہ میں اول آئے گا اسے انعام دیا جائے گا۔ چنانچہ میں بھی قسمت آزمائی کے طور پر چند شعر کہہ کر اس مجلس میں حاضر ہوا اور جب میری باری آئی تو میں نے وہ شعر سنائے۔ فضل برمکی اور اس کے بھائیوں اور اس کے باپ کو یہ شعر ایسے پسند آئے کہ انہوں نے لاکھوں روپیہ مجھے انعام میں دیا اور کئی خادم اور کئی گھوڑے اور کئی اونٹ اور چاندی اور سونے کے برتن اور غالیچے اور قالین اور عطریات کا اتنا بڑا

خزانہ میرے حوالہ کیا

کہ میں دیکھ کر حیران رہ گیا اور میں نے کہا حضور میرے گھر میں تو اس کے رکھنے کی بھی گنجائش نہیں۔ انہوں نے کہا کوئی فکر مت کرو فلاں محلہ میں فلاں بڑی عمارت کو ابھی ہمارے خادموں نے تمہارے لئے خرید لیا ہے اور ہمارے خادم ہی یہ سب مال اسباب اس نئے محل میں ابھی ابھی پہنچا دیں گے۔ اس دن سے میں امراء میں شمار ہوتا ہوں اور مجھے یہ شعر نہایت ہی پیارے ہیں کہ انہوں نے

میری حالت کو بدل دیا

اور تنگی سے نکال کر فراغت سے آشنا کیا۔ اس غلام نے کہا جانتے ہو کہ وہ شعر جن کی وجہ سے تم اس مرتبہ کو پہنچے۔ جس بیٹے کے لئے کہے گئے تھے۔ وہ میں ہی ہوں۔ جب میں نے یہ شعر تمہاری زبان سے سنے تو مجھے وہ واقعہ یاد آ گیا۔ جو میں نے اپنی دائیوں اور کھلائیوں سے سنا ہوا تھا۔ کہ تیری پیدائش پر ایک شاعر کو اتنا انعام دیا گیا تھا۔ اور میں نے کہا۔ کہ وہ بچہ جس کی پیدائش پر یہ انعام دیا گیا تھا۔ اور جن شعروں کی وجہ سے انعام دیا گیا تھا۔ وہ شعر آج ایک اجنبی حمام میں اس درعت و آرام سے پڑھ رہا ہے اور وہ لڑکا جس کے لئے یہ شعر کہے گئے تھے

ایک خادم کی حیثیت

سے اس کا جسم مل رہا ہے۔ اس شاعر پر اس کا اتنا اثر ہوا کہ وہ اسکو چمٹ گیا اور رونے لگا اور اس نے کہا کہ میری ساری دولت تمہارے باپ دادا کی دی ہوئی ہے۔ اور یہ تمہاری ہی دولت ہے۔ تم میرے گھر چلو میں خادموں کی طرح تمہاری خدمت کروں گا۔ اور تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دونگا۔ اس

لڑکے نے جواب دیا

کہ جس ذلت کو ہم پہنچ چکے ہیں۔ وہ پہلے ہی بہت زیادہ ہے۔ اب میں اس کے ساتھ یہ مزید ذلت نہیں خریدنا چاہتا۔ کہ جو انعام میرے باپ نے دیا تھا۔ وہ جا کر خود استعمال کرنا شروع کر دوں۔ چونکہ میرا راز اب کھل گیا ہے۔ اسلئے میں اب اس جگہ بھی نہیں رہ سکتا۔ اب میں کسی اور علاقہ میں نکل جاؤں گا۔ جہاں مجھے جاننے والا کوئی نہ ہو۔ اور کوئی محرم راز میری شکل کو دیکھ کر میرے آباء کی ذلت کو یاد نہ کرے یہ کہہ کر وہ اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔ اور نہ معلوم کہاں غائب ہو گیا۔ دیکھو یہ ایک مثال ہے کہ

باپ دادا کی عزت

جب کہ اولاد اس عزت میں شریک نہ رہی۔ اولاد کو کوئی نفع نہ پہنچا سکی بلکہ شریف اولاد کے لئے زیادہ تکلیف کا موجب ہو گئی۔ بے شک کمینہ انسان اس رستہ کو چھوڑ کر جس پر چل کر اس کے آباء نے عزت حاصل کی تھی۔ فخر کرتا ہے مگر وہ اس سے صرف اپنی کمینگی کا اظہار کرتا ہے۔ ورنہ شریف انسان تو اس واسطہ کو مٹا دیتا ہے اسے چھپا دیتا ہے اور پوری کوشش کرتا ہے کہ کوئی اس سے واقف نہ ہو تا کہ اس کی ذلت اس کے آباء کی عزت کو نہ مٹا دے اور وہ یہ کبھی نہیں کرتا کہ خود تو ان کے رستہ کو چھوڑ رہا ہو اور اس رستہ کی وجہ سے جو عزت ان کو ملی ہو۔ اس میں اپنے آپ کو شریک کرنا چاہتا ہو پس

ورثہ کی عزت

تبھی عزت کہلا سکتی ہے۔ جب کہ ذاتی عزت انسان حاصل کر چکا ہو۔ قرآن کریم نے اسی نکتہ کو ایک اور رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ فرماتا ہے۔ کہ مومنوں کی بیویاں اور بچے بھی جنت کے اس اعلیٰ مقام میں رکھے جائیں گے۔ جہاں ان کے باپ دادا ہوں گے۔ بشرطیکہ وہ خود بھی مومن ہوں۔ یعنی ذاتی عزت جن کو حاصل ہو گی۔ وہی اس بات کے مستحق قرار دئے جائیں گے کہ اگر ان کے آباء میں سے کسی نے کوئی بڑا رتبہ حاصل کیا ہو۔ تو ان کو بھی اس بڑے رتبہ کے مطابق انعام دے دیا جائے۔ لیکن اگر ذاتی عزت حاصل نہ ہو۔ تو پھر یہ

اس شرف کے مستحق نہیں

ہوں گے یہ نہیں کیا جائے گا کہ ایک دوزخی کو وہاں سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے۔ اسلئے کہ اس کے باپ دادا میں سے کوئی مومن تھا۔ ہاں یوں کیا جائیگا کہ اگر کوئی ادنےٰ درجہ کا مومن ہوگا۔ اور اپنے ذاتی شرف کی وجہ سے جنت میں داخل ہو چکا ہوگا۔ تو اگر اس کے باپ دادا میں سے کوئی جنت کے اعلےٰ درجہ میں پہنچا ہوا ہوگا۔ تو اس کو بھی اس مقام شرف پر رکھ دیا جائے گا۔ کیونکہ اس نے ذاتی شرف حاصل کر کے ثابت کر دیا ہوگا۔ کہ وہ اپنے آباء کے پسندیدہ رستہ کو خود بھی پسند کرتا تھا۔ اور اسے حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا۔ پس ان دونوں عیدوں نے

ہمیں یہ سبق دیا ہے

کہ ہمیشہ دونوں قسم کی خوشیوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ اول وہ خوشی جو ذاتی کامیابی کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے اور دوم وہ خوشی جو آباء کی کامیابی کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ پھر اسلام کی پُرحکمت تعلیم کو دیکھو تو اس نے ان عیدوں کی ترتیب بھی عین فطرت کے مطابق رکھی ہے۔ یعنی جس طرح فطرت انسانی میں ذاتی خوشی پہلا زینہ ہے اور ورثہ کی خوشی دوسرا اور جب تک ذاتی خوشی حاصل نہ ہو۔ انسان ورثہ کی خوشی کا مستحق نہیں ہوتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے وہ عید پہلے رکھی ہے۔ جو

ذاتی خوشی کی عید ہے

اور وہ عید بعد میں رکھی ہے۔ جو ورثہ کی خوشی پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ اسلامی سال محرم سے شروع ہوتا ہے۔ اور اس مہینہ سے اگر گنا جائے تو پہلے عید الفطر آتی ہے اور پھر عید الاضحیہ آتی ہے۔ اسی طرح ایک اور نکتہ ان عیدوں میں یہ پایا جاتا ہے کہ یہ عیدیں سال کے آخر میں رکھی گئی ہیں۔ اور اس طرح بتایا گیا ہے کہ ایک لمبی جدوجہد کے بعد ہی انسان کو کامیابی اور کامیابی کے نتیجہ میں خوشی حاصل ہوتی ہے۔ جو لوگ خوشی پہلے منانا چاہتے ہیں اور جدوجہد پیچھے کرنا چاہتے ہیں۔ وہ احمق ہیں۔ اور ان کے تقاضے غیر فطری ہیں۔ اور جس طرح غیر فطری تقاضے پورے نہیں ہُوا کرتے۔ ان کا یہ تقاضا بھی کبھی پورا نہیں ہو سکتا

میں نے دیکھا ہے

کئی لوگ ادھر ہماری جماعت میں شامل ہوتے ہیں۔ اور ادھر ان کو یہ حیرت ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ کہ ابھی تک الہام کا سلسلہ کیوں شروع نہیں ہُوا۔ اور مجھے حیرت ہوتی ہے۔ ان لوگوں پر جو اول درجہ کے بے عمل ہوتے ہیں۔ اول درجہ کے قربانی سے گریز کرنیوالے ہوتے ہیں اور ایثار کے موقعہ پر سب سے پیچھے رہنے والے ہوتے ہیں۔ اور وہ سب سے زیادہ شور مچاتے ہیں کہ ابھی تک احمدیت کو وہ ترقی نصیب نہیں ہوئی۔ جو پہلی جماعتوں کو حاصل ہُوا کرتی تھی۔

میں ان لوگوں سے کہا کرتا ہوں

کہ اے نادانو! تمہارے گدھے تمہارے اصطبل میں بندھے ہوئے ہیں۔ اور تمہارا یکہ تمہارے دروازہ کے آگے کھڑا ہے۔ اور تم یہ رٹ لگا رہے ہو۔ کہ ابھی منزل مقصود نہیں آئی۔ تمہارا گدھا تو اصطبل میں بندھا ہے۔ اور تمہارا یکہ اپنی بے کسی پر رو رہا ہے۔ تم منزل مقصود پر کس طرح پہنچ سکتے ہو۔ پہلے اچھا

درخواست دعا:- میری لڑکی میعادی بخار میں مبتلا ہے۔ ۱۸ دن سے بخار نہیں اترا سخت لاغر ہو گئی ہے۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ بہ۔۔۔ عطا فرمائے۔ خاکسار سید عبد الکریم (شاہ نواز لمیٹڈ) وکٹوریہ روڈ کراچی

سواری لاؤ۔ اچھی گاڑی بھی اس کو جوتو۔ پھر اس میں سوار ہو کر چلو۔ سفر کی صعوبتیں برداشت کرو۔ تب منزل مقصود آئے گی۔ اس سے پہلے منزل کی طلب کرنا نہ جماعت پر اعتراض وارد کرتا ہے اور نہ مخلص احمدیوں پہ کوئی اعتراض قائم کرتا ہے۔ یہ تو محض اس بات کی علامت ہے کہ تم ابھی

قومی ترقی کے ابتدائی اصول

سے بھی آگاہ نہیں۔ پہلے جدو جہد کرو۔ قربانیاں کرو اور وہ ایثار دکھلاؤ جو پہلی جماعتوں نے دکھایا تھا اور پھر اس بات کی امید رکھو کہ تم وہ نتائج دیکھو گے جو پہلوں نے دیکھے تھے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے ملک میں یہ نقص کس قدر عام ہے کہ

عمل کی کوئی قیمت ہی باقی نہیں رہی

صرف زبان کی قیمت سمجھی جاتی ہے۔ اور سب سے بڑا لیڈر وہی سمجھا جاتا ہے جو سٹیج پر کھڑے ہو کر سب سے بڑے مطالبات پیش کر دے۔ یہ کوئی نہیں دیکھتا کہ عملاً اس شخص نے کوئی قربانی بھی کی ہے یا نہیں۔

مجھے یاد ہے

ایک دفعہ چھوٹی عمر میں میں ریل پہ سفر کر رہا تھا کہ ایک بوڑھا آدمی ہمارے کمرہ میں داخل ہوا۔ اس وقت لوگوں کی اخلاقی حالت کے متعلق مختلف باتیں ہو رہی تھیں وہ بھی ان باتوں میں شامل ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں داروغۂ جیل رہا ہوں اس لئے اخلاق کے متعلق جو واقفیت مجھے ہو سکتی ہے اور کسی کو نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اس نے بڑے بڑے قصے لوگوں کے دھوکوں اور فریبوں کے بتائے اور ساتھ ساتھ یہ کہتا چلا جائے کہ ان چالاکیوں سے ہم لوگ خوب واقف ہیں۔ جن کا رات دن ایسے لوگوں سے تعلق رہتا ہے۔ دنیا کے اخلاق بہت بگڑ چکے ہیں۔ دیانت جاتی رہی ہے اور ٹھگی بڑھ گئی ہے۔ اس وعظ کے وقت وہ اس قدر جوش میں تھا کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ دنیا کے

اخلاق کی اصلاح میں

یہ شخص دیوانہ ہو رہا ہے۔ انہی باتوں کے دوران میں شاید میرٹھ یا سہارنپور کا اسٹیشن آگیا۔ اور ٹکٹ چیک کرنے والا ہمارے کمرہ میں داخل ہوا۔ ہم انٹر میں تھے جب اس نے ٹکٹ دیکھے تو اس اخلاقی واعظ کے پاس تھرڈ کلاس کا ٹکٹ نکلا اور جب اس نے پوچھا کہ آپ کے پاس ٹکٹ تو تھرڈ کا ہے اور بیٹھے انٹر میں ہیں۔ تو معاً اس کا چہرہ مجسم سادگی بن گیا اور یوں معلوم ہونے لگا کہ ساری عمر اس کو جنگل میں رکھا گیا ہے اور آج پہلی دفعہ اسے سورج نظر آیا ہے۔ عجیب سادہ صورت بنا کر کہنے لگا۔ بابو جی تھرڈ کیا ہوتا ہے اور انٹر کیا ہوتا ہے بابو بھی دھوکہ میں آگیا اور اس نے سمجھا کہ شاید پہلی دفعہ اسے سفر کا موقع ملا ہے اور کہنے لگا اس ڈیوڑھا کا کرایہ ذرا زیادہ ہوتا ہے آپ تھرڈ میں چلے جائیں۔ مگر شاید اس نے خیال کیا کہ میں نے سادگی کا ڈرامہ ابھی پوری طرح نہیں دکھایا۔ اور چہرہ پہ

کمزوری اور اضمحلال کے آثار

دکھا کر اس سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ یہ ذرا ٹرنک اور بستر تو اٹھا کر لے چلو اور مجھے بتاؤ کہ وہ تھرڈ کیا چیز ہے۔ تب تو اس بابو بے چارے کی حالت بھی رحم مجسم بن گئی۔ وہ باہر نکلا اور قلی کو لایا اور اس بوڑھے کا ہاتھ اسے پکڑایا اور کہا کہ بابا جی کو آرام سے تھرڈ کے کمرہ میں بٹھا دو۔ ادھر وہ بوڑھا باہر نکلا اور ادھر ہمارے ناناجان مرحوم جو اس وقت ہم سفر تھے۔ اور اصل میں پہلے وہی

اخلاقی وعظ

کر رہے تھے بڑھے نے اپنی ہشیاری کی وجہ سے ایسا سماں باندھ دیا تھا کہ پچھلے نصف گھنٹہ میں ان کو ایک فقرہ کہنے کی بھی فرصت نہ مل سکی تھی ان کے لئے خدا تعالیٰ نے ایک دروازہ کھول دیا۔ وہ ہمارے کمرہ پہ برس پڑے اور کہنے لگے کہ دیکھو دنیا کی جو حالت میں بیان کرتا تھا اسے اس نے ثابت کر دیا۔

پہلے کس طرح وعظ کر رہا تھا اور دنیا کا بڑا عقلمند اپنے آپ کو ظاہر کرتا تھا۔ لیکن بابو کے آنے پہ مجسم سادگی بن گیا

یہی حالت منافق اور بدعمل

لوگوں کی ہوتی ہے، جب تک ان پہ گرفت نہ ہو وہ بھیڑیئے ہوتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے رسول کی بھیڑوں کو ایک ایک کر کے اٹھائے جانا چاہتے ہیں۔ لیکن جب پکڑے جاتے ہیں تو تین چار یوم کا لیلا بن جاتے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بے کسی اور ناواقفیت اور سادگی اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ ابھی ضرورت ہے کہ کچھ عرصہ تک ان کا مُنہ کھول کھول کر ٹونٹیوں سے دودھ ڈالا جائے اور نادان اور سادہ لوح لوگ ان کے اس مظاہرہ سے جو وہ پبلک میں دکھاتے ہیں دھوکے میں آجاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ایسا مسکین آدمی اوّل تو شرارت کر ہی نہیں سکتا اور اگر اس نے کی ہوگی تو محض سادگی کی وجہ سے کی ہوگی۔ وہ اس واقعہ کو بھول جاتے ہیں جو کہانیوں میں

بچپن میں ہم سنا کرتے تھے

کہ کسی شخص کا کوئی نوکر تھا وہ اس تلاش میں تھا کہ کسی طرح مجھے وہ جگہ معلوم ہو جائے جہاں میرے آقا اور میری سیدہ نے روپیہ اور زیور دفن کر رکھا ہے۔ کیونکہ پرانے زمانہ میں لوگ ان چیزوں کو دفن کیا کرتے تھے۔ اس نے بہت کوشش کی مگر کوئی سراغ نہ ملا۔ ان کا ایک تین چار سال کا لڑکا تھا جس کی نسبت وہ سمجھتا تھا کہ اسے معلوم ہے کہ اس کے ماں باپ کہاں

خزانہ دفن کیا کرتے ہیں

ایک رات اس بچہ کو اجابت کی حاجت ہوئی اور اس کے باپ نے نوکر سے کہا کہ اسے باہر لے جاؤ اور پاخانہ کرا لاؤ۔ وہ اسے اٹھا کر لے گیا اور بٹھا کر کہنے لگا کہ اگر تم نے پاخانہ پھرا تو مار مار کر کھال ادھیڑ دوں گا اور ڈنڈا لے کر کھڑا ہو گیا۔ بچہ اس دھمکی سے ایسا ڈرا کہ بیس پچیس منٹ بغیر پاخانہ پھرے بیٹھا رہا۔ پھر نوکر نے اسے اٹھایا اور کہا کہ اگر میرے اس سلوک کا تم نے اپنے باپ سے ذکر کیا تو قتل کر دوں گا۔ یہ کہہ کر واپس لے آیا اور کہا کہ حضور اسے پاخانہ کوئی نہیں آیا۔ میں دیر تک انتظار کرتا رہا مگر اس نے نہیں پھرا اور میں واپس لے آیا ہوں۔ لڑکا پہلے تو ڈر کے مارے خاموش رہا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد اس نے پھر باپ سے کہا کہ پاخانہ آیا ہے۔ اس نے پھر نوکر کے سپرد کر دیا اور نوکر نے

پھر وہی سلوک کیا

اور اسی طرح اٹھا کر لے آیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد بچہ نے باپ سے کہا کہ سخت پاخانہ آیا لیکن دھمکی کی وجہ سے یہ نہ کہہ سکا کہ نوکر پھرنے نہیں دیتا۔ تیسری دفعہ پھر آقا نے اس کے سپرد کیا اور کہا کہ اب کے جا کر اسے بٹھاؤ اور اگر اب بھی نہ پھرے تو خوب مارو۔ یہی اجازت نوکر چاہتا تھا۔ وہ اسے لے کر پھر گیا اور کہا کہ بتا تیرے ماں باپ کہاں گڑھا کھودا کرتے ہیں۔ اگر تو نے یہ بتا دیا تو تجھے پاخانہ پھرنے دوں گا۔ ورنہ نہیں اور تیرے باپ نے تو مجھے اجازت دے ہی دی ہے اس لئے خوب ماروں گا۔ ادھر بچے کو زور سے پاخانہ آ رہا تھا ادھر

مار کی دھمکی تھی

اس نے ڈر کے مارے بتا دیا کہ فلاں کونہ میں فلاں جگہ میرے ماں باپ گڑھا کھود کر چیزیں دفن کیا کرتے ہیں۔ اس پہ اس نے اسے پاخانہ پھرنے دیا۔ اور آکر باپ کے سپرد کر دیا بچہ تو تھکا ہوا تھا آرام سے سو گیا اور نوکر کمرہ میں داخل ہو کر سب مال زیور نکال کر چلتا بنا۔ یہی کیفیت ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جو اپنے اندر منافقت کا رنگ رکھتے ہیں۔ جب الگ ہوتے ہیں تو اس نوکر کی طرح جلاد بنتے ہیں اور جب دوسرے سامنے ہوں تو پوپلے منہ سے ایسی سادگی کی باتیں کرتے ہیں کہ

رقیق القلب انسان

کو ان کی مسکینی پہ رحم آ جاتا ہے۔ پس میں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس خوشی کے حصول کی کوشش کریں جو ذاتی قربانی سے حاصل ہوتی ہے اور یاد رکھیں کہ صرف وہ اس خوشی کے مستحق ہوں گے جو ان کو آبا کی طرف سے ورثہ میں ملنے والی ہے

جب وہ خود بھی

نیکی اور تقویٰ میں اعلیٰ مقام

رکھنے والے ہوں گے۔ وہی بہادر جو میدان جنگ میں اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار رہے کہہ سکتا ہے کہ یاد رکھو میں وہ بہادر ہوں جس کا باپ بھی ایسا بہادر تھا۔ اور جس کا دادا بھی ایسا بہادر تھا۔ اور یقیناً اس کے اس اعلان سے رعب طاری ہوگا۔ مگر خیال تو کرو کہ ایک شخص ایک طرف تو میدان جنگ سے بھاگتا چلا جائے سانس چڑھا ہوا ہو۔ قدم لڑکھڑا رہے ہوں چہرہ زرد ہو آنکھیں باہر نکل رہی ہوں۔ ہونٹوں پر ڈر کے مارے پپڑیاں جم رہی ہوں نہ بھاگتا بھی جائے اور مڑ مڑ کر تعاقب کرنے والوں کو یہ بھی کہتا جائے کہ تم جانتے ہو کہ میں فلاں بہادر کا بیٹا ہوں۔ کیا تم سمجھتے ہو اس کی اس بات سے ان کے

دلوں پر رعب

طاری ہوگا۔ یا عزت ان کے دلوں میں پیدا ہوگی۔ یا ان کے دلوں میں اور بھی غصہ پیدا ہوگا اور وہ کہیں گے کہ ٹھہر تو جا تو ہمارا ہی دشمن نہیں بلکہ اپنے باپ دادا کا بھی دشمن ہے جس نے اپنی ہی عزت برباد نہیں کی بلکہ اپنے باپ دادا کی بھی کی ہے۔ پس

قربانی اور ایثار کا اعلیٰ نمونہ دکھاؤ

اور اپنے لئے عید الفطر حاصل کرو تاکہ اس کے بعد خدا تعالےٰ کا وہ کلام پورا ہو کہ جو مومن ہوں گے وہ اپنے باپ دادا میں سے جنت میں بلند مرتبہ حاصل کرنے والوں کے ساتھ رکھے جائیں گے۔ اور تمہارا خدا تمہیں کہے کہ پہلے تم نے خدا تعالےٰ کی راہ میں قربانی کر کے عید الفطر حاصل کی تھی اور مومن بنے تھے اب آؤ

عید الاضحیہ کا مزہ

ہم تم کو چکھائیں۔ اور تمہیں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے قرب میں جگہ دیں۔ اور یقیناً ذاتی خوشی کے بعد یہ دوسری خوشی اتنی عظیم الشان ہو گی کہ اس کا تصور کر کے بھی دل خوشی سے گردوں اچھلنے لگتا ہے۔ کیونکہ یہ وہ خوشی ہے جو ابراہیم علیہ السلام کو نصیب ہوئی تھی۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوئی تھی اور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نصیب ہوئی تھی۔ جب پہلے ہم اپنے لئے ایک عید پیدا کر لیتے ہیں تو خدا تعالےٰ ہمارے لئے وہ دوسری عید لاتا ہے جو ابراہیمی عید ہے۔ محمدی عید ہے اور احمدی عید ہے۔

پس پہلے عید الفطر پیدا کرو اور اس سے پہلے

قومی کامیابی کے دن کا انتظار کرنا

تمہیں ویسا ہی احمق بناتا ہے جیسے وہ احمق ہے جو عید الاضحیہ پہلے کرنا چاہے اور عید الفطر کا بعد میں انتظار کرے۔ تم جانتے ہو کہ ایسے شخص کے لئے نہ عید الاضحیہ آئے گی اور نہ عید الفطر۔ وہ عید الاضحیہ کو پہلے حاصل نہیں کرے گا بلکہ دونوں عیدوں سے محروم رہے گا۔ مگر جو پہلے عید الفطر کرے گا اسے عید الاضحیہ بھی نصیب ہوگی اور وہ ایک کی جگہ دو عیدیں دیکھے گا۔ پس آؤ اور

اپنے دلوں میں پختہ ارادہ کر لو

کہ پہلے اپنی ذاتی قربانیوں کے ساتھ تم اپنے لئے عید پیدا کرو گے تاکہ اس کے بعد تمہارا خدا آسمان سے تمہارے لئے ابراہیمی عید اتارے۔ محمدی عید اتارے اور احمدی عید اتارے اللّٰھم آمین۔

درخواست دعاء

میری پھوپھی فاطمہ بیگم عرصہ دو سال سے بیمار چلی آرہی ہیں اور اب کچھ ٹی بی کے آثار نظر آرہے ہیں۔ معزز بھائی بہنوں اور درویشوں سے پرزور التجا ہے کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل کے ماتحت انہیں شفائے کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ نیز دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہر حال میں ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

(امۃ الحی بنت چوہدری خیر دین مرحوم دارالصدر ربوہ)

احادیث نبویؐ اور فتاویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روشنی میں

عید الاضحیہ کے احکام و مسائل

(از مکرم مولوی سلطان احمد صاحب پیر کوٹی)

اسلام نے انسانی فطرت کے تقاضا کو پورا کرنے کے لئے مسلمانوں کے لئے سال میں دو عیدیں رکھی ہیں جن میں ایک عید الفطر کہلاتی ہے جو رمضان المبارک کے بعد یکم شوال کو منائی جاتی ہے اور دوسری عید الاضحیہ ہے جو دس ذوالحجہ کو منائی جاتی ہے یعنی اس دن جب خدا تعالیٰ کے گھر کا قصد کرنے والے حج کے تمام حصوں کو پورا کرنے کے بعد خدا تعالےٰ کے حضور قربانی پیش کرتے ہیں۔

عید الاضحیہ کا مقصد

عید الاضحیہ اسلام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عظیم الشان قربانی کی یادگار کے طور پر منائی جاتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

"یہ عید کیا ہے اس فقرہ کی یاد ہے کہ خدا تعالےٰ نے کہا اَسْلِمْ۔ اپنے آپ کو میرے سپرد کر دے اور میرے لئے قربان کر دے۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا اسلمتُ میں نے اپنی جان آپ کے سپرد کر دی۔ اسی کی یاد میں یہ عید ہے۔ عملی نمونے کے لئے حضرت ابراہیمؑ کو کہا گیا۔ قربانی کے لئے بیٹا لاؤ اور انہوں نے وہ پیش بھی کر دیا۔ آپ سے وطن کی قربانی مانگی وہ بھی آپ نے دے دی۔ غرضیکہ ہر پیاری سے پیاری چیز آپ نے خدا تعالیٰ کے لئے قربان کر دی۔ اس کی یادگار عید ہے۔"

(الفضل ۳ اگست سنہ ۲۳ء)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس عظیم الشان قربانی کے ذریعہ آئندہ نسلوں کے لئے ترقیات اور اللہ تعالےٰ تک پہنچنے کی سنت قائم کر دی ہے اور اپنی کمال فرمانبرداری کا نمونہ دکھا کر آئندہ آنے والوں کیلئے خدا تعالیٰ کی رضاء حاصل کرنے اور اس کے ہاں قبول کئے جانے کا طریق بیان فرمایا ہے

دو اہم سبق

یہ عید ہمیں یہ سبق سکھاتی ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی بات کو سنتا ہے اور اس طرح سنتا ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی بات کے لئے اپنا قلب کھول دیتا ہے تو وہ ایک زندہ جاوید ہستی بن جاتا ہے اور خواہ اس کی موت پر صدیاں بھی گذر جائیں مگر خدا تعالیٰ اس کی یاد کو ہرگز مرنے نہیں دیتا کیونکہ اس کی زندگی سے خدا تعالےٰ کا نام زندہ رہتا ہے۔

پھر یہ عید ہمیں یہ سبق سکھاتی ہے کہ اگر ہم اپنی اولاد کو ستاروں کی طرح ان گنت دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی اولاد کو صحیح معنوں میں خدا تعالےٰ کے رستہ میں قربان کرنا چاہیئے۔ اور انہیں دین کی خدمت میں لگانا چاہئے۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم ان کی بچپن سے ہی تربیت کریں۔ انہیں لالچ طمع چوری جھوٹ اور دوسری بد عادات سے بچائیں۔ ان کی پوری پوری نگرانی کریں۔ اور اسلام اور احمدیت کی محبت ان کے دلوں میں پیدا کریں۔ ہمارا ایسا کرنا ہماری قوم کو زندہ رکھے گا۔ کیونکہ کوئی قوم اس وقت تک زندہ نہیں رہ سکتی جب تک کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت اور ان کے اخلاق کی درستی و اصلاح ان کے بچپن سے ہی نہ کرے۔

یہ عید جماعت احمدیہ کے لئے ایک خاص خصوصیت رکھتی ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ خطبہ الہامیہ کی صورت میں ایک عظیم الشان معجزہ دکھایا۔ پس یہ عید ہمارے ایمان کو تازہ کرنے کے لئے ایک زبردست نشان ہے۔

قربانی

اس موقعہ پر جو قربانی کی جاتی ہے اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالےٰ کو کسی کے جانور کے گوشت اور خون کی ضرورت نہیں۔ اس لئے محض جانور قربان کر دینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

عید الاضحیہ اور اسلام میں قربانی کی حقیقت

> عید الاضحیہ کی تقریب پر قربانی ــــــ دراصل تصویری زبان میں اس امر کا اعلان اور اقرار ہوتا ہے۔ کہ جس طرح آج میں نے ایک ادنیٰ جانور کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذبح کیا ہے۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کے دین کو یا ملک و ملت کو قربانی کی ضرورت ہوگی۔ تو میں بھی اپنی جان بخوشی قربان کردوں گا۔

ــــ (از مکرم میجر ڈاکٹر شاہ نواز خان صاحب (ملپور) ــــ

عید الاضحیہ جس کو لوگ عام طور پر بڑی عید کہتے ہیں۔ اس کے اصل معنے ہیں قربانیوں کی عید۔ یہ مسلمانوں کی دوسری عید ہے۔ جو حج کے بعد ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو منائی جاتی ہے۔ اور اس دن ایک جانور کو ذبح کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس کے بغیر حج نامکمل سمجھا جاتا ہے۔ حج کعبہ پانچ ارکان اسلام میں سے ایک ہے۔ اور نماز اور زکوٰۃ کی طرح فرض ہے۔ سوائے معذور کے جو شرائط کو پورا نہ کر سکتا ہو۔ اور یہ ایک قسم کی عبادت ہے۔ جس طرح نماز عبادت ہے۔ اس میں مسلمانوں کے لئے کئی تمدنی۔ اقتصادی اور روحانی فوائد ہیں حج کی کئی اغراض ہیں۔ جن کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

حج بیت اللہ کے فوائد

(۱) ایک فائدہ یہ ہے۔ کہ اس طرح انسان کو اس بات کی مشق کرائی جاتی ہے۔ کہ وہ خدا کے دین کی خاطر اپنے وطن۔ عزیز و اقارب اور دوستوں کو خیرباد کہہ سکے۔ اور ان سے جدا ہو سکے۔ گویا خدا کی خاطر اس سفر میں وطن اور دوستوں کی قربانی سکھائی جاتی ہے۔

(۲) یہ سفر تصویری زبان میں اس احترام کی یاد میں ہے۔ جو کہ ان مقدس مقامات کا کیا جاتا ہے۔ جہاں پر اللہ تعالیٰ کا جلال ظاہر ہوا۔ اور انسان کو ان واقعات کی یاد تازہ کراتا ہے۔ جو اس جلال اور تائید و نصرت سے متعلق ہیں۔

(۳) تیسرا فائدہ اس کا یہ ہے۔ کہ جب انسان ایسے مقدس مقامات کو جاتا ہے۔ جو کہ لاکھوں سالوں بلکہ ابتدائے آفرینش سے خدائے ذوالجلال کی عبادت کے لئے وقف ہیں۔ تو اسی وقت وہ اپنے اندر ایک خاص روحانی مناسبت محسوس کرتا ہے۔ ان پاک وجودوں کے ساتھ جن پر اس مقام میں اللہ تعالیٰ کا خاص فضل نازل ہوا۔ اور اس نے ان کو اپنی رحمت اور برکت کے عطر سے ممسوح کیا۔ مثلاً بیت اللہ کا حج اس بات کی یاد دلاتا ہے۔ کہ اس مقام پر ہمارے جدِّ امجد۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے کس کس طرح خدا کی رضا کے لئے قربانیاں کیں۔ اور پھر کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت اور قرب سے مالا مال کیا۔

(۴) اس میں کئی تمدنی۔ سیاسی اور اقتصادی فوائد بھی ہیں۔ اور وہ یوں کہ ہر سال ایک خاص متبرک مقام پر تمام دنیا کے مسلمان جمع ہوتے ہیں۔ وہ تبادلۂ خیالات کر کے آپس میں رشتۂ اخوت اور محبت کو بڑھا سکتے ہیں۔ پھر وہ ایک دوسرے کی مشکلات اور تکالیف پر غور کر کے باہم مشورہ سے ان کا حل سوچ کر ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہیں۔ اور اس طرح دنیا کو بتا سکتے ہیں۔ کہ مسلمان بنیانِ مرصوص ہیں۔ پہلے تو اس اجتماع سے یہ فائدہ نہیں اٹھایا جاتا تھا۔ مگر یہ امر موجب اطمینان اور خوشی ہے کہ گذشتہ سال سے شاہ سعود (والیٔ سعودی عرب) کی مساعی سے ایک ورلڈ مسلم کانفرنس کی بنیاد ڈال دی گئی ہے۔ جو امید ہے بہت مفید ثابت ہوگی۔

عید الاضحیہ کا پس منظر

حج کے بعد ہر ایک حاجی قربانی دیتا ہے۔ اور اسی کی نقل میں تمام دنیا کے مسلمان بھی (جو فریضۂ حج ادا نہ کر سکیں) قربانی کرتے ہیں۔ جو کہ صرف نقل ہے۔ اور یہ قربانی اس شاندار قربانی کی مقدس یاد میں دی جاتی ہے۔ جو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دو دفعہ دی۔ ایک دفعہ تو ظاہری طور پر یعنی جب اپنے والد کے حکم کی تعمیل میں خدا کی رضا کے لئے گلے پر چھری پھروانے کے لئے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور دوسرے مکہ کے بیابان میں اپنی والدہ کے ساتھ وادیٔ غیر ذی زرع کی زینت بن کر۔ یہ واقعہ آج سے ۴ ہزار سال قبل ہوا تھا۔ جس کا ذکر تفصیل کے ساتھ تو انجیل میں ہے۔ مگر زیادہ صحیح بیان قرآن کریم کا ہے۔ احادیث میں بھی اس کی تفصیل ہے۔ واقعات مختصراً یوں ہیں۔ کہ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رویا (خواب) میں دیکھا۔ کہ وہ اپنے بچے کو ذبح کر رہے ہیں۔ انہوں نے اس خواب کو ظاہری معنوں میں پورا کرنے کے لئے (ان دنوں انسانی قربانی کا رواج تھا) چاہا کہ اپنے مولا کو اپنے لڑکے اسماعیل کو قربان کر کے خوش کروں۔ چنانچہ انہوں نے اس کا ذکر اپنے بچے سے کیا۔ اس سعید بچے نے جس کی تربیت انبیا والے خالص مقدس ماحول میں ہوئی تھی۔ خوشی سے اس تجویز کو مان لیا۔ اور فرمایا یا ابت افعل ما تومر۔ ستجدنی انشاءاللہ من الصابرین۔ (صافات ۱۰۲)

اے باپ جو حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح کرو۔ مجھے آپ انشاءاللہ صابر پاؤ گے۔ چنانچہ انہوں نے بچے کو لٹا دیا۔ اور چھری پھیرنے کی تیاری کر دی۔ اسی وقت آپ کو کشف میں فرشتہ نے آواز دی۔ کہ "ابراہیم ہماری مراد یہ نہ تھی۔ کہ تم سچ مچ ہی بچے کو ذبح کر دو۔ ہم تو صرف آزمائش کر رہے تھے۔ اب تو اور ایک دنبہ ذبح کر دے۔ تو امتحان میں کامیاب ہے"۔ اور اس بچے کو مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ آ۔ کہ یہی اس خواب کی صحیح تعبیر ہے۔ چنانچہ آپ نے ان کی والدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کیا۔ تو انہوں نے بھی اس پر رضامندی ظاہر کی۔ اور خدا کے حکم کو بچے کی محبت پر ترجیح دی۔ چنانچہ تین افراد کا یہ قافلہ روانہ ہو گیا۔ اور حضرت ابراہیم ماں بیٹے کو صرف ایک پانی کا مشکیزہ اور کھجوروں کا تھیلہ دے کر (جو صرف چند دن کا راشن تھا) خاموشی سے بغیر کسی ہدایت کے واپس چل پڑے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے پیچھا کیا۔ اور کچھ دریافت کرنا چاہا۔ مگر وہ مڑ کر نہ دیکھتے تھے۔ آخر انہوں نے صرف اتنا دریافت کیا۔ کہ کس کے سپرد ہم کو کر رہے ہو۔ حضرت ابراہیم وفور جذبات کی وجہ سے کلام نہ کرتے تھے۔ تا آنسو نہ نکل آئیں۔ اور صرف انگلی آسمان کی طرف اٹھائی۔ اس پر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے نہایت یقین۔ وثوق اور ایمان کے ساتھ فرمایا۔ تو پھر خدا ہمیں بھی ضائع نہ کرے گا۔

قربانی کی اصل حقیقت

قربانی بھی ایک قسم عبادت کی ہے۔ جس کی اصل حقیقت۔ ضرورت۔ غرض و غایت۔ حکمت اور فلاسفی اکثر غیر مسلم بلکہ کئی مسلمان بھی نہیں جانتے۔ عوام تو صرف یہ جانتے ہیں۔ کہ قربان شدہ جانور کا خون دیکھ کر خدا خوش ہوتا ہے۔ اور قربانی کرنے والے کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ بعض مشرک قربانی کو غضبناک خداؤں کے جوش اور غصہ کو کم کرنے کا ذریعہ جانتے ہیں وغیرہ۔ مگر یہ سب اغراض باطل ہیں اور اسلامی قربانی کی حقیقت کو نہ جاننے کی وجہ سے ہیں۔ عربی لفظ قربانی قرب سے نکلا ہے۔ جس کے معنے ہیں کسی کے قریب ہونا۔ یعنی اس کا مقرب اور محبوب ہونا

تصویری زبان کی اہمیت

قربانی تصویری زبان ہے۔ اور اس کی بہت لطیف اور اہم غرض و غایت ہے۔ جس کو نہ جاننے کی وجہ سے عوام اسلامی قربانی کے متعلق غلط نظریات رکھتے ہیں تصویری زبان کا استعمال دنیا میں بہت پرانا ہے۔ اور موجودہ زمانہ میں بھی باوجود علوم و فنون کی ترقی۔ تمدن اور تہذیب کی بلندی اور قوتِ بیانیہ اور تحریر کے کمال کے تصویری زبان کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اسکو سوشل معاملات میں وسعت کے ساتھ جذبات اور خیالات کے اظہار کا ذریعہ مانا جاتا ہے۔

چنانچہ مصافحہ کرنا بھی تصویری زبان کے ذریعے جذبات کے اظہار کی ایک پرانی صورت ہے۔ اس کی ابتدا بھی اسی طرح ہوئی تھی۔ کہ پرانے زمانہ میں جب دو دوست ایک دوسرے کی امداد کا معاہدہ کرتے۔ تو وہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیتے۔ جس کا تصویری زبان میں یہ مطلب ہوتا۔ کہ آج سے میرا دوست

تمہارا دوست ہوگا۔ اور میرا دشمن تمہارا دشمن ہوگا۔ اس کے بعد اب یہ رسم صدیوں سے چلی آرہی ہے۔ اور متمدن اور مہذب ممالک میں بڑی کثرت کے ساتھ جاری ہے۔ مگر کوئی نہیں غور کرتا۔ کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ اور معاشرہ انسان پر کتنی بڑی ذمہ داری ڈالتا ہے۔ مگر اس رسم کو کوئی ترک کرنے کو تیار نہیں۔ کیونکہ یہ ایک مفید طریق دوستانہ تعلقات کو قائم رکھنے اور محبت اور خدمت کے جذبات کے اظہار کا ہے۔ پس تصویری زبان ہماری روز مرہ کی زندگی کا ضروری جزو ہے۔ اور اس کا کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک مفید طریق ہے۔

قربانی کی اغراض

اس تمہید کے بعد یہ جاننا آسان ہو جاتا ہے۔ کہ قربانی کی غرض کیا ہے۔ یہ بھی تصویری زبان میں ایک اہم اقرار اور معاہدہ ہے۔ جو قربانی کرنے والا اپنے خالق اور مالک کے سامنے کرتا ہے۔ مگر ادنیٰ تدبر اور غور سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ کسی جانور کو قربان کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔ جس کا ہر شخص آسانی سے مرتکب ہو سکے۔ کسی کی جان کو لینا معمولی فعل نہیں۔ کیونکہ یہ فعل انسانی جذبات کو شدت کے ساتھ تحریک کرتا ہے۔ اور انسانی دماغ پر بہت گہرا اثر چھوڑتا ہے۔ سوائے ان کے جو بطور پیشہ ذبح کرنے کا کام کرتے ہوں۔ مثلاً قصاب۔ قاتل اور جلاد وغیرہ۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بعض کمزور دل لوگ قربانی کو ایک ظالمانہ فعل قرار دیتے اور اس فعل کو بند کر دینے کے قائل ہیں۔

قربانی کا فعل تصویری زبان میں اس امر کا اعلان اور اقرار ہوتا ہے۔ کہ قربانی کرنے والا بھی اسی طرح اپنے مولا کی راہ میں جان دے دیگا۔ جس طرح اس نے آج ایک ادنیٰ جانور کو خدا تعالیٰ کی راہ میں ذبح کر ڈالا ہے۔ اور آئندہ جب بھی اسے اپنے ملک۔ قوم اور دین کی خاطر ان مقاصد کی خاطر قربان ہونے کے لئے بلایا جائے گا۔ جو اس کی ہستی سے بلند ہوں گے۔ تو وہ بخوشی ان اغراض کے لئے اپنی جان دے دیگا۔ اور ہرگز کوئی عذر نہ کرے گا۔

پس یہ ایک اہم ذمہ داری ہے۔ اور نہایت دور رس معاہدہ ہے۔ جو انسان جانور کو ذبح کرتے وقت تصویری زبان میں کرتا ہے۔ پس ظاہر ہے۔ کہ اگر کوئی شخص قربانی کی اس عظیم الشان حقیقت کو مد نظر رکھ کر کسی جانور کو ذبح کرتا ہے۔ تو ضروری ہے کہ اس پر اس فعل کا گہرا اثر ہو۔ اور اس فعل کی تکمیل کے بعد بھی ضروری ہے۔ کہ انسان کو قربانی کی فلاسفی اور اسکی روحانی غرض یاد رہے۔ اور وہ اس اہم ذمہ داری کو ذہن نشین رکھے۔ جو اس فعل کے ذریعے تصویری زبان میں انسان پر عاید کی جاتی ہے۔ وہ اپنی آئندہ زندگی میں اس اہم سنہری اصل کو یاد رکھے گا۔ کہ دنیا میں کامیابی کے لئے (خواہ دینی ہو یا دنیوی) یہ ضروری ہے۔ کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کے لئے قربان کیا جائے۔ اور اس کو بھی چاہیئے۔ کہ وہ بھی وقت آنے پر خوشی سے اپنے ملک قوم۔ صداقت اور بنی نوع انسان کے لئے ہر وقت جان دینے کو تیار رہے۔

قرآن کریم نے بھی اس اہم روحانی مقصد کی طرف توجہ دلائی ہے۔ فرماتا ہے۔

لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولٰکن ینالہ التقویٰ منکم (الحج آیت ۳۸)

یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہاری قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا۔ بلکہ نیکی اور تقویٰ کا جو حقیقی جذبہ اس کا محرک ہے وہ پہنچتا ہے۔ پس قربانی اسی صورت میں مفید ہو سکتی ہے۔ اگر انسان اس مقصد اور مدعا کو پورا کرے۔ جس کے لئے قربانی کا فریضہ اسلام میں رکھا گیا ہے۔ لیکن اگر قربانی کرتے وقت اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا جائے۔ تو پھر یہ قربانی اس ذبیحہ سے کسی لحاظ سے بھی مختلف یا اعلیٰ نہ ہوگی۔ جو خوراک کے لئے روزانہ قصائی ذبح خانوں میں کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قربانی دینے والے کے لئے یہ پسند کیا گیا ہے۔ کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے جانور کو ذبح کرے۔ یا کم سے کم پاس کھڑا ہو۔ اور بچوں کو بھی یہ نظارہ دکھائے۔

چنانچہ یہ اسی قربانی کی روح اور اعلیٰ مقصد کی برکت ہے۔ کہ ذبح شدہ جانور کا گوشت رغبت سے انسان اشرف المخلوقات کھاتا ہے۔ یہاں تک کہ لوگ شوق سے بکرے کے پاؤں (پاوے) بھی چوستے ہیں۔ مگر اس کے برخلاف طبعی موت۔ حادثہ یا بیماری سے مرنے والے اسی جانور کا گوشت حقارت سے پھینک دیا جاتا ہے۔ جس کو کتے۔ گدھ اور چرخ کھاتے ہیں۔ کیا یہ قربان ہونے والے جانور کے لئے کچھ کم عزت اور فخر کا مقام ہے۔ کہ انسان کے پیٹ میں جا کر اس کے گوشت کے ادنیٰ فانی ذرات انسان کے دل و دماغ کے اعلیٰ ابدی ذرات کا جزو بن جاتے ہیں۔ اور اسی طرح ان کو بھی ایک رنگ میں (بعث کے بعد) ابدی زندگی مل جاتی ہے۔ جو لیول حیوان کے لئے ممکن نہیں۔

ایک اعتراض کا جواب

کہا جاتا ہے۔ کہ مکہ میں حج کے بعد جو لاکھوں جانور ذبح کئے جاتے ہیں۔ یہ گوشت کا محض ضیاع ہے۔ کیونکہ وہاں اس کو کھانے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ اور اس کو تازہ یا سکھا کر فروخت کرنا یا بیرون ملک بھیجنا بھی منع ہے۔ پس کیوں نہ یہی رقم جمع کر کے کسی مفید قومی یا دینی کام کے لئے چندہ میں دے دی جائے۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ اعتراض قربانی کی اصل حقیقت کو نہ جاننے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ اگر قرآن کریم کی بیان فرمودہ اصل غرض کو سامنے رکھا جائے۔ تو یہ اعتراض ٹھہر نہیں سکتا۔ کیونکہ قربانی کے ذریعے ہر فرد سے یہ اقرار تصویری زبان میں لیا جاتا ہے۔ اور وہ یہ عہد کرتا ہے۔ کہ وہ بھی اس بکرے کی طرح اپنی گردن ملک اور قوم کے اہم دینی مقاصد کے لئے آگے رکھ دے گا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اسلام نے اس اہم روحانی ذمہ داری اور اقرار کے مقابلہ میں گوشت کے ضیاع کی جو مادی نقصان ہے پرواہ نہیں کی۔ کیونکہ اس کے مقابلہ میں روحانی فائدہ بہت اہم اور قومی زندگی کے لئے بہت ضروری ہے۔

قربانی کے سبق

ہمیں قربانی کا فریضہ بہت سے سبق سکھاتا ہے۔ مثلاً یہ کہ اس سے خون لینے اور خون کا نظارہ دیکھنے کی مشق ہوتی رہتی ہے۔ جو کہ زندہ قوموں کے لئے ضروری ہے۔ زمانہ امن میں اگر خون دیکھنے کی انسان کو مشق ہو۔ تو جنگ میں اس کو تکلیف نہیں ہوتی۔ تاریخ اسی بات پر شاہد ہے۔ کہ جن قوموں میں بوجہ گوشت خوری جانوروں کی جان لینے کا رواج تھا۔ وہی اپنی جان دے کر دشمنوں پر فتح حاصل کرتی رہی ہیں۔ شمال کی طرف سے گوشت خور حملہ آور ہی ہمیشہ سبزی خوروں کو روندتے رہے ہیں۔ پس ضروری ہے۔ کہ ہر شخص اپنی روز مرہ کی زندگی میں خون کا مشاہدہ کرنے کا عادی ہو۔ اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے۔ کہ انسان کبھی کبھی اپنے ہاتھ سے جانور ذبح کرے۔ یا کم سے کم ذبح ہوتے دیکھا کرے۔ پھر سول لائف میں اس کا ایک یہ طریق بھی ہے۔ کہ انسان زخمیوں کی مرہم پٹی کرے۔ فرسٹ ایڈ سنٹر میں کام کرے۔ انسانی جسم میں داخل کرنے کے لئے اپنا خون (بلڈ بنک) کو دے۔ اور جو کمزور دل یہ کام نہ کر سکیں وہ کم سے کم کبھی کبھی ذبح خانہ کا چکر لگا آیا کریں۔

عورت کو قدرت نے نازک اور کمزور بنایا ہے۔ اور وہ خون کے مناظر کو دیکھ کر بہت گھبرا جاتی ہے۔ اور وہاں سے بھاگنے کی کوشش کرتی ہے۔ جو کہ قومی لحاظ سے بہت نقصان دہ رد عمل ہے۔ پس ضروری ہے۔ کہ ان کو خاص طور پر اسی کی تربیت دی جائے۔ کیونکہ قدرتی حوادث۔ ہوائی جہازوں کے گرنے اور ٹرینوں کی ٹکر اور جنگ وغیرہ میں عورت ہی زیادہ مشکلات پیدا کرتی ہے۔ حالانکہ عورت کی اسی فطری کمزوری کے پیش نظر قدرت نے ایسا انتظام کر رکھا ہے۔ کہ ہر عورت کو کسی نہ کسی رنگ میں طبعی طور پر خون سے مانوس ہونا پڑتا ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ خون سے نفرت کرتی ہے۔ پس ضروری ہے کہ ان کی مزید تربیت کی جائے۔ جس کے لئے بہترین مواقع فرسٹ ایڈ سنٹر اور بڑے ہسپتالوں کے سرجیکل وارڈ اور نرسنگ سروس میں مل سکتے ہیں۔

عید میں روحانی سبق

عید الاضحیہ میں ہمارے لئے کئی روحانی سبق ہیں۔ جن کا یاد رکھنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ یہ عید ہمیں یاد دلاتی ہے۔ کہ کس طرح ہمارے جد امجد حضرت ابراہیمؑ اور ہماری ماں حضرت ہاجرہ رضؓ اور ہمارے بھائی حضرت اسماعیلؑ نے خدا کی راہ میں قربانیاں کیں۔ پس اس میں ہم سب کے لئے سبق ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ ہم میں سے ہر مرد کو حضرت ابراہیمؑ کی طرح اور ہر عورت کو حضرت ہاجرہ رضؓ کی طرح اور ہر بچے کو حضرت اسماعیلؑ کی طرح دین اسلام اور ملک اور قوم کے لئے قربانیوں کی توفیق دے۔ آمین۔

ابراہیمی ایثار و قربانی کی عدیم النظیر مثال

از مکرم خواجہ خورشید احمد صاحب سیالکوٹی واقف زندگی

ابراہیمی نقش قدم پر چلنے کی تلقین

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر خیر کیا ہے۔ اور مسلمانوں کو اس امر کی تاکید اور تلقین فرمائی ہے۔ کہ وہ ملت ابراہیمؑ کہلائیں اور اسوۂ ابراہیمیؑ اختیار کریں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کو دیگر انبیاء کے مقابل وہ کونسی خصوصیات حاصل ہیں کہ جن کی بنا پر ہمارے رب العزت نے امت مسلمہ کو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ وہ حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کے اسوۂ پاک کی تقلید کریں۔

ابراہیمی ایثار و قربانی کا قابل رشک نمونہ

یوں تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی مقدس زندگی میں خدائے قدوس کی خاطر بہت سی عظیم الشان قربانیاں اور مجاہدات کئے۔ لیکن آپ کی ایک عدیم النظیر اور ابدالآباد تک قائم رہنے والی درخشندہ قربانی جس سے مومنوں کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور اس کی یاد سے ان کے اندر ایمانی حلاوت اور خوشی و مسرت کے جذبات اور بھی موجزن ہوتے ہیں یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فبشرنٰہ بغلام حلیم کے الفاظ میں ایک فرزند کی بشارت دی اور بشارت الٰہی کے مطابق جب آپ کے ہاں وہ بیٹا تولد ہوا اور فلما بلغ معہ السعی یعنی جب وہ آپ کے ساتھ دوڑنے کی عمر تک پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے بطور امتحان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کی۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یٰبنیّ انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تریٰ یعنی اے بیٹا! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھ کو ذبح کر رہا ہوں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام (چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے زیر تربیت تھے) آگے سے جواب دیتے ہیں یٰابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصٰبرین۔ یعنی اے باپ! کر گذریئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ نے چاہا! تو آپ مجھے صبر کرنیوالوں میں سے پائیں گے۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام فلما اسلما وتلّہ للجبین۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو پیشانی کے بل لٹا دیتے ہیں تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ونادینٰہ ان یٰابراھیم قد صدقت الرؤیا۔ انا کذٰلک نجزی المحسنین یعنی ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیمؑ تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا یقیناً ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ احسان کرنے والوں کو

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ وہ عظیم القدر اور عظیم الشان قربانی ہے۔ جس کا خداوند تبارک و تعالیٰ نے پارہ ۲۳ سورہ الصافات میں ذکر کیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام شرح صدر کے ساتھ اپنے فرزند کی قربانی پر عملاً تیار ہو جاتے ہیں اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو بھی خدا تعالیٰ کی مقدس راہ میں قربان ہونے سے قطعاً کوئی انکار نہیں ہے۔ گویا دونوں باپ بیٹے کی طرف سے قربانی ہو چکی

اس ایمان افروز واقعہ پر آج چار ہزار برس سے اوپر عرصہ گذر رہا ہے۔ تاریخ کے اوراق اس امر پر گواہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان بزرگ ہستیوں کو کس طرح نوازا۔ دنیا میں کونسی قوم ہے۔ جسے ان بزرگ وجودوں پر ناز نہ ہو اور کون ہے؟ جو اپنے تئیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف منسوب نہ کرتا ہو۔

یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے جس رنگ میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا۔ اس کی مثال دیگر قوموں میں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل سکتی ابراہیمیؑ اور اسماعیلیؑ عظیم الشان قربانیوں کی مقدس یاد میں کیا عجیب اور روح پرور روحانی منظر ہے جو عید الضحیہ کے بابرکت اور مقدس دن دنیا کے طول و عرض میں دکھائی دیتا ہے۔ کس طرح مسلمان انگنت جانوروں کی قربانی راہ خدا میں اس دن کر کے اپنی عقیدتمندی کا ثبوت دیتے ہیں۔ عید قربان کے مقدس دن کو دیگر قوموں کی طرح مسلمان لہو و لعب اور دیگر دنیوی مشاغل میں نہیں گذارتا بلکہ اس مبارک دن میں اس کی روح آستانہ خداوندی پر سجدہ ریز ہوتی ہے۔ اس کا دل خوشی و انبساط سے لبریز ہوتا ہے۔ اس کی نظر صدیوں قبل کے سچے اور ایمان افروز واقعات پر پڑتی ہے۔ تو وہ سراپا عشق و محبت کا مجسمہ بننے کے لئے بے تاب ہو جاتا ہے۔ وہ بارگاہ رب العزت میں جھک کر دعاؤں پر دعائیں کرتا ہے۔ کہ اے زمین و آسمان کے مالک! مجھ میں ابراہیمیؑ اور اسمٰعیلیؑ اوصاف حمیدہ پیدا کر اور مجھے بھی اپنی راہ میں فدا ہونے کا سچا جذبہ عطا کر تا کہ میں بھی ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے نقش قدم پر چل کر قربان گاہ پر حاضر ہو جاؤں۔ سچ پوچھو! تو ایک حقیقی مسلم کی یہی تعریف ہے کہ وہ ہر آن آرزومند ہوتا ہے۔ اس امر کا کہ اس کا رب کچھ راہ مولیٰ میں نثار ہو جائے۔ اور وہ اپنا دل تک قربان کرنے پر بھی بقول حضرت مسیح الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام یہی نعرہ لگاتا ہے کہ ؎

دے چکے دل اب تن خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا

ایثار و قربانی کے وقت ایک مومن انسان یہی خیال کرتا ہے کہ ہر چیز تو خدا تعالیٰ کی عطا کردہ ہے۔ پھر بھلا اگر میں کسی چیز کو خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کرتا ہوں۔ تو حقیقت میں یہ میری کونسی قربانی ہے اور وہ احسانات کا اقرار کرتا ہے کہ ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یہی وہ جذبہ اور ایثار کی روح تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام میں کمال درجہ پائی جاتی تھی اور بالآخر ان راستباز انسانوں نے عملی قربانیوں کے میدان میں آکر اسی کا شاندار مظاہرہ کیا۔

مسلمان بھائیو! عید الاضحیٰ کا مقدس دن تمہیں مبارک ہو۔ کیونکہ تم نے اس مبارک دن ہزاروں لاکھوں جانوروں کی قربانی پیش کر کے تصویری رنگ میں اس حقیقت کو آشکار کیا ہے کہ تمہیں خدا تعالیٰ کے برگزیدہ اور اولوالعزم پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے سچی عقیدت و محبت ہے۔ مگر اے ملت ابراہیمؑ سے وابستہ ہونے والو! فی زمانہ تم اس امر کو کبھی بھی نظر انداز نہ کرو کہ خدا تعالیٰ کا مقدس دین (اسلام) آج ہر چہار اطراف سے دشمنوں کے حملوں کا نشانہ بنا ہوا ہے اس کی قابل رحم حالت کا نقشہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ مسیح موعود علیہ السلام نے ان دردانگیز الفاظ میں کھینچا ہے کہ ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار و بے کس ہمچو زین العابدین

پس آؤ کہ ہم خدا تعالیٰ کے دین کو دنیا میں سربلند کرنے کے لئے اپنے جگروں کے خون تک کی قربانی پیش کر دیں جب تک ہم اس راہ میں اپنے پر موت وارد نہ کر لیں۔ اس وقت تک اسلام کو پہلی سی شان و عظمت حاصل نہیں ہو سکتی۔ آج نور ایمان سے ابنائے آدم کے قلوب خالی ہو چکے ہیں ہم نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ ہم خدا کی روحانی حکومت کو ہر جا اور ہر مقام بلند و بالا پر قائم کر کے رہیں گے۔ یہاں تک کہ وہی مبارک اور خوش نصیبی کا دور شروع ہو جائے گا۔ جو خلافت راشدہ کے عہد سعادت میں تھا۔ لیکن یہ روحانی انقلاب مسلسل اور دیرپا قربانیاں چاہتا ہے اور عید الاضحیٰ آتی ہی ہمیں قربانیوں کا سبق یاد کرانے کے لئے ہے۔ مبارک وہ جو اس کی برکات سے متمتع ہونے کی کوشش کرے۔ (آمین اللّٰھم آمین) واٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

عید الاضحیٰ کا پیغام باپ اور بیٹے کے نام

سچی قربانی وقف اولاد کی قربانی ہے

از مکرم مولانا ابو العطاء صاحب پرنسپل جامعۃ المبشرین

ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں افراد اور قوموں کے لئے بہت سے نمونے ہیں بائیبل اور اسلامی کتب سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ایک جنگل لق و دق صحرا اور وادیٔ غیر ذی زرع میں اپنی چہیتی بیوی سیدہ ہاجرہ علیہا السلام اور اپنے نہایت پیارے اکلوتے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو آباد کر دیا تھا۔ یہ بے مثال اور وفا و ذکل کی بے نظیر قربانی رنگ لائی۔ اور اس جنگل میں منگل ہو گئی۔ آب زمزم پر ایک پر رونق آبادی ہو گئی۔ اور شام و مصر کو جانے والے قافلے اور صحرا میں گھومنے والے قبائل پرانے آثار پر بسنے والی اس نو بستی مکہ پر سے گزرتے ہوئے وہاں ڈیرے ڈالنے لگے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بنجر زمین میں اپنی بیوی اور بچے کی قربانی دے کر جو وفا و عشق کی کھیتی اگائی تھی۔ اس کی نگرانی کے لئے وہ گاہے گاہے فلسطین سے آتے اور اسے لہلہاتا دیکھ کر خوش و خرم پلٹ جاتے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ باپ اور بیٹا ملکر میرے "سب سے پہلے گھر" کی بنیادوں کو استوار کریں اور اس کی تکمیل کر کے اس کی عالمی عبادت گاہ ہونے کا دنیا بھر میں اعلان کر دیں۔

جب یہ بیت اللہ بن چکا اور اور اسکے حج کے لئے دنیا کو بلایا جانے لگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے میں ایک رویا دکھائی۔ حضرت ابراہیم نے دیکھا کہ وہ اپنی ساری امیدوں کی آماجگاہ اور اب تک اپنی نسل کے واحد نمائندہ اسمٰعیل کو ذبح کر رہے ہیں۔ آپ نے اس خواب کا ذکر اپنے بیٹے سے کی سعادت مند اور ہونہار بیٹا جو اس وادیٔ غیر ذی زرع میں اللہ تعالیٰ کی عجیب در عجیب قدرتوں کو دیکھ چکا تھا۔ اور اسی کے سایہ تلے پروان چڑھا تھا فوراً پکار

اٹھا یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین کہ اے میرے باپ! آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ اسے پورا کریں میں بہر حال صبر اور استقلال سے اس قربانی کے لئے تیار رہوں۔ جب باپ اور بیٹے کی کامل آمادگی ہو گئی۔ بلکہ باپ نے اپنے اکلوتے کو ذبح کرنے کے لئے زمین پر لٹا لیا۔ آسمان و زمین ابراہیم اور اسمٰعیل کی اس قربانی پر دنگ تھے آسمان کے فرشتے آدم زاد کے عشق و وفا کے اس نظارہ پر ششدر رہ گئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام پر وحی کی۔

یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا انا کذالك نجزی المحسنین

اے ابراہیم! آپ اپنی خواب پوری کر چکے ہیں۔ آپ قربانی کے امتحان میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ ہم نے اس اعلیٰ ترین اور بے لوث قربانی کو قبول کر لیا ہے۔ تو جو اپنی اولاد کو ہمارے حکم پر ختم کرنے کے لئے تیار ہو گیا ہے۔ دیکھ! کہ اب ہم تیری ذریت کو اتنا بڑھائیں گے کہ آسمان کے ستاروں کا گننا ممکن ہو گا۔ مگر تیری اولاد کا شمار نہ ہو سکے گا۔ ہم تیری نسل کو قیامت تک ہر قسم کی نعمتوں سے نوازیں گے۔ وہ میرے بندے ہوں گے۔ اور میں ان کا خدا ہوں گا۔

اس عظیم القدر اسمٰعیلی قربانی نے آئندہ کے لئے انتہائی قربانی کے صحیح نہج کو متعین کر دیا۔ چند لمحوں میں خون گرا کر ذبح کر دینے والی قربانی تو حیوانوں تک محدود ہے۔ انسانوں کی قربانی یہ ہے۔ کہ انہیں اشاعت دین کے لئے عبادت گاہ کے مرکز میں تربیت دے کر گمراہوں کے لئے روحانی مشعل بنا دیا جائے۔ تا اس سے زمین کے مختلف تاریک خطے روشن ہوں۔

حج کے موقعہ پر جو حیوانی قربانی ادا کی جاتی۔ گائے اور دنبہ وغیرہ کی جاتی ہے اس کے لئے بھی چند شرائط ہیں۔ دبلی نہ ہو۔ بیمار نہ ہو۔ عیب دار نہ ہو ضروری ہے۔ کہ قربانی بے عیب اور عمدہ ہو۔ قربانی درحقیقت دل کے تقوےٰ کا آئینہ ہے۔ ردی قربانی پیش کرنے والا اپنے دل کے زنگ پر مہر تصدیق کرتا ہے۔ اس لئے بارگاہ رب العزت میں ردی قربانی قبول نہیں کی جاتی۔ وہی قربانی قبول ہوتی ہے۔ جو بے لوث اور بے عیب ہو۔ یہی حال انسانی قربانی کی قبولیت کا ہے۔ دراصل انسان اپنے دل اور اپنی اولاد میں سے انہی کی قربانی سے اللہ تعالیٰ کی نظر میں مقبول ہوتا ہے۔ جو اپنے اندر قربانی کی صفات رکھتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی میں قیامت تک اہل ایمان کے لئے یہ سبق ہے کہ وہ اپنی اولاد کو حقیقی تربیت دے کر اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے قربان کر دیں۔ انہیں اشاعت اسلام کے کام کے لئے وقف کر دیں۔ ایسا کرنے والا باپ حضرت ابراہیمؑ کے نقش قدم پر چلنے والا ہے۔ اور ایسا کرنے والا بیٹا حضرت اسمٰعیل کے راستہ کی پیروی کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے ساتھ احمدی جماعت میں اشاعت دین و خدمت اسلام کے لئے اس قربانی کا راستہ صحیح معنوں میں کھل گیا ہے۔ اور وقف اولاد کی تحریک کا سلسلہ جاری ہے۔ عید الاضحیٰ ہر باپ کو پیغام دیتی ہے کہ اگر تو ابراہیمؑ کے رنگ میں رنگین ہونا چاہتا ہے۔ تو اپنی اولاد کو راہ خدا میں وقف کر۔ عید الاضحیٰ ہر بیٹے کو پیغام دیتی ہے۔ کہ اگر تو فرزند ابراہیمؑ بننا چاہتا ہے۔ تو وقف کی تحریک پر لبیک کہہ کہ آج یہی سچی قربانی ہے۔ اور یہی خدا کے پانے کی راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق بخشے۔ آمین

نصرت انڈسٹریل سکول

زیر انتظام لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ربوہ

خدا تعالیٰ کے فضل سے نصرت انڈسٹریل سکول کامیابی سے چل رہا ہے۔ صرف مشینوں کی کمی ہے۔ حضرت اقدس نے ساڑھے چار صد روپیہ ایک پیڈل والی مشین کی خرید کے لئے مرحمت فرمایا ہے لجنہ اماء اللہ حضور کی از حد شکر گزار ہے اور مقتدر اصحاب سے درخواست کرتی ہے۔ کہ وہ اس سکول کے لئے عطیہ دیں تاکہ ربوہ کی مستورات کو سلائی کڑھائی کی اچھی ٹریننگ دی جا سکے۔ جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ

عید الاضحیہ کے احکام و مسائل

(بقیہ صفحہ سات)

بلکہ خدا تعالیٰ کو مومن کا وہ جذبہ پسند ہے جس کے ماتحت وہ قربانی کرتا ہے۔ پس مومن کو چاہیئے کہ وہ قربانی کے ساتھ اپنے آپ کو تقویٰ کی راہوں پر گامزن کرے اور اپنے اندر پہلے سے بھی زیادہ عجز اور انکسار پیدا کرے۔ محض قربانی کرنے سے کوئی عزت نہیں ہوتی۔ عزت کا انحصار اس روح اخلاص اور ایمان پر ہے جو اس قربانی کے پیچھے کارفرما ہوتی ہے اور جس کے ہاتھ میں مومن کے نظام حیات کی پوری باگ ڈور رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب میں ابراہیمی اور اسماعیلی روح قائم رکھے اور اس مقدس تقریب پر قربانی کی سعادت حاصل کرنے والے ہمیشہ ہی ایمان کی اس منزل کی طرف جادہ پیما رہیں جو عید الاضحیہ کا نقطۂ مقصود ہے۔

اہم مسائل

ذیل میں احادیث نبویؐ اور فتاویٰ حضرت مسیح موعودؑ کی روشنی میں عید الاضحیہ سے متعلق مسائل اور قربانی کے احکام درج کئے جاتے ہیں۔

عید کے روز ایک مسلمان کو صبح سویرے بیدار ہونا چاہیئے۔ اور غسل سے فارغ ہو کر حسب استطاعت صاف ستھرا اور ممکن ہو تو نیا لباس زیب تن کرنا چاہیئے۔ عید کے موقع پر مسلمان چھوٹے ہوں یا بڑے سب جمع ہوتے ہیں۔ اور اس قسم کے اجتماعوں کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے کہ مناسب تزئین کی جائے اور خوشبو لگائی جائے۔ دانتوں کو مسواک سے صاف کیا جائے۔

نماز عید سے قبل کھانا تناول نہ کرنا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اس لئے نماز عید تک روزہ رکھنا اور قربانی کے گوشت سے افطار کرنا مستحب ہے۔

نماز عید کے لئے ہر چھوٹے بڑے مسلمان کو بشرطیکہ وہ معذور نہ ہو عیدگاہ کی طرف جانا چاہیئے۔ اسلام نے عید میں عورتوں کی شرکت کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔ بلکہ یہاں تک ہدایت کی ہے کہ وہ عورتیں بھی جنہیں طبعی تقاضوں کے باعث نماز سے رخصت ہے جمع ہوں اور دعا میں شریک ہو کر اس دن کی برکت اور خوشی سے فائدہ اٹھائیں۔

عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے اور واپس آتے ہوئے تکبیریں پڑھنا مسنون ہے تکبیر یہ ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

عیدگاہ کو ایک رستہ سے جانا اور دوسرے رستہ سے واپس آنا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ اذا کان یوم عید خالف الطریق (بخاری) یعنی آپ عید کی واپسی پر اس رستہ سے واپس نہیں آتے تھے جس رستہ سے آپ تشریف لے جاتے بلکہ واپسی پر راستہ تبدیل فرما لیتے۔

عید کی نماز کا وقت ایک نیزہ یا دو نیزہ سورج بلند ہونے کے بعد اس کے زوال تک ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عید الاضحیہ اس وقت پڑھی جاتی تھی جبکہ آفتاب ایک نیزہ کی بلندی پر ہوتا تھا۔ اور عید الفطر اس وقت پڑھی جاتی تھی جب سورج دو نیزے کی بلندی پر آجاتا تھا۔ نماز عید الاضحیہ کا جلد ادا کرنا اس لئے بھی ضروری ہے تا قربانی کرنے والے آسانی کے ساتھ اپنی قربانیاں ذبح کر سکیں۔

عید کی نماز دو رکعت ہوتی ہے جو باجماعت ادا کی جاتی ہے۔ اس سے پہلے یا بعد کوئی نماز نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کے لئے کسی اذان اور اقامت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کا طریق یہ ہے کہ پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں اور اس کے بعد کھلے چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ آخری تکبیر کے بعد حسب قاعدہ ہاتھ سینے پر باندھ لئے جاتے ہیں۔ جمعہ کی نماز کی طرح قرأت بلند آواز سے ہونی چاہیئے۔ احادیث میں آتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سورۃ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورۃ اعلیٰ اور دوسری میں سورہ غاشیہ یا سورۃ قٓ اور سورۃ قمر علی الترتیب پڑھا کرتے تھے۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام مجمع کی طرف منہ کر کے خطبہ پڑھے اور اس میں قربانی اور عید کا فلسفہ۔ مسائل عید اور احکام قربانی اور اس موقع سے تعلق رکھنے والے دیگر امور بیان کرے اور مجمع کو اپنے اندر قربانی کا مادہ پیدا کرنے کی طرف توجہ اور ترغیب دلائے۔

عید کے روز حسب استطاعت صدقہ بھی کرنا چاہیئے۔ مگر یہ صدقہ قربانی کا قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"قربانی تو قربانی کرنے سے ہی ہوتی ہے مسکین فنڈ میں دینے سے نہیں ہو سکتی۔" (فتاویٰ احمدیہ)

عید کے موقعہ پر اسلام کو بھی اپنی خوشی میں شامل کرنا چاہیئے۔ اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت میں عید فنڈ کی ایک مد مقرر کی ہے جس کی شرح حضرت اقدس نے ایک روپیہ مقرر فرمائی تھی۔ لیکن حسب استطاعت دوست اپنی توفیق کے مطابق اس سے زیادہ رقم دے کر ثواب کما سکتے ہیں۔

نماز عید سے فراغت کے بعد قربانیاں کی جائیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَأُ مِنْ یَوْمِنَا ھٰذَا اَنْ نُصَلِّیَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا (بخاری) کہ ہم عید کے روز پہلے نماز ادا کرتے ہیں اور پھر گھروں میں واپس آکر قربانیاں کرتے ہیں۔ جس شخص نے یہ کام کیا اس نے ہماری سنت پر عمل کیا۔

نماز سے قبل قربانی جائز نہیں۔ جو شخص نماز سے قبل جانور ذبح کر دیتا ہے وہ اس کی طرف سے قربانی شمار نہیں ہوگا۔ اسے قربانی کے لئے اور جانور ذبح کرنا پڑے گا۔

قربانی کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر ایک خاندان کی طرف سے ایک بکرا۔ بھیڑ یا دنبہ ذبح کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر بکرا۔ بھیڑ یا دنبہ ذبح کرنے کی توفیق نہ ہو تو گائے یا اونٹ میں حصہ ڈالا جا سکتا ہے۔ گائے یا اونٹ میں سات خاندان یا سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ اگر وسعت ہو تو خاندان کا ہر شخص بھی قربانی کر سکتا ہے۔ خاندان سے مراد دور دور تک کے رشتہ دار نہیں بلکہ ایک شخص کے بیوی اور بچے مراد ہیں۔ لڑکے علیحدہ آمد رکھتے ہوں تو ان پر علیحدہ قربانی دینا واجب ہے۔ علیحدہ آمد رکھنے کی صورت میں بیویاں بھی علیحدہ قربانی کر سکتی ہیں۔ کیونکہ قربانی دینا ہر ذی استطاعت شخص پر واجب ہے۔

دوسرے لوگوں کی طرف سے بھی قربانی دی جا سکتی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم امت کے غرباء کو قربانی میں شریک کرنے کے لئے ان کی طرف سے علیحدہ قربانی دیا کرتے تھے۔ اگر فوت شدہ بزرگوں اور رشتہ داروں کی طرف سے بھی کوئی شخص قربانی دینا چاہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔

قربانی کرنے والے کے لئے یہ امر مستحب ہے کہ وہ حاجیوں کی طرح شروع چاند سے نہ حجامت بنوائے اور نہ ناخن کٹوائے۔ اسی طرح بہتر ہے کہ وہ قربانی کا جانور خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرے۔ قصاب وغیرہ کو قربانی کا گوشت اجرت میں دینا درست نہیں۔

قربانی کے جانور کے لئے شرط یہ ہے کہ بکرا دو سال کا ہو۔ دنبہ اس سے چھوٹی عمر کا بھی ذبح کیا جا سکتا ہے مگر اس کی عمر ایک سال سے کم نہیں ہونی چاہیئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے بھیڑ کو عمر کے لحاظ سے بکری کے ساتھ شامل کیا ہے (فتاویٰ احمدیہ) گائے اور اونٹ علی الترتیب دو اور پانچ سال کی عمر کے ہوں قربانی کے جانور میں کوئی نقص نہیں ہونا چاہیئے یعنی وہ لنگڑا اندھا نہ ہو۔ بیمار نہ ہو۔ اس کا سینگ ٹوٹا ہوا نہ ہو۔ سینگ کا خول اتر گیا ہو لیکن مغز باقی ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔ پھر جانور کا کان کٹا ہوا نہ ہو۔ لیکن اگر کان زیادہ کٹا ہوا نہ ہو تو جائز ہے۔

قربانی عید کی نماز کے بعد سے لے کر ۱۲ ذی الحجہ کی شام تک ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر سفر ہو یا کوئی اور مشکل پیش ہو تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بعض اور بزرگوں کا خیال ہے کہ اس سارے مہینے میں قربانی ہو سکتی ہے۔

قربانی کا گوشت صدقہ نہیں ہوتا۔ اس لئے قربانی کرنے والے اسے اپنے استعمال میں بھی لا سکتے ہیں اور دوستوں کو بطور ہدیہ دے سکتے ہیں۔ آئندہ ضرورت کے لئے سکھا کر رکھنا چاہیں تو بھی کوئی حرج نہیں ایسا کرنا جائز ہے۔ غیر مسلموں میں بھی اسے تقسیم کیا جا سکتا ہے ٭

عید الاضحیٰ اور وقف زندگی

(از مکرم محمد طفیل صاحب منیر واقف زندگی - ربوہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام عید الاضحیٰ کی قربانیوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ:-

"اے اللہ کے بندو! اس عید الاضحیٰ کے دن کے متعلق غور و فکر سے کام لو۔ کیونکہ اس میں صاحب عقل لوگوں کے لئے اسرار معرفت رکھے گئے ہیں۔ یہ تو تم کو معلوم ہے کہ اس دن بہت سے گلے چوپاؤں کے اونٹوں کے اور گائیوں کے ذبح کئے جاتے ہیں اور ان سب کے ذبح کرنے سے خدا کی رضا جوئی پیش نظر ہوتی ہے... ..... اور ہمارے مذہب میں اس طرح قربانی کرنے کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے .... لیکن حقیقی معنوں میں ان (بھیڑوں، بکریوں، اونٹوں) کی قربانی کرنے والا وہ ہے جس نے اپنے نفس کو اپنے قویٰ جسمانیہ کو خدا تعالیٰ کی رضا میں ذبیحہ جانور کی طرح ذبح کر دیا"

پھر آگے ذبح کی فلاسفی یوں فرماتے ہیں:-

"یقیناً اس طرح قربانی کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ وہ قربانی جس کے دینے سے لوگ نقصان و خسارہ سے بچ جاتے ہیں وہ اپنے نفس امارہ کی قربانی ہے۔ اور یہ قربانی اس طرح ہے کہ مختلف قسم کی تلخیاں برداشت کی جائیں تا نفس گندگی موت سے نجات پا جائے یہی حقیقت اسلام ہے اور حقیقی مسلمان وہ ہے جس نے اپنی تمام خواہشات اپنے رب کے لئے تیاگ دیں۔ اور اپنے نفس کی اونٹنی کو پیشانی کے بل لٹا کر ذبح کر ڈالا... ..... المختصر یہ کہ یہ قربانیاں اور ذبیحات اسلام میں مندرجہ بالا غرض کو یاد دلانے کے لئے ہیں"

(خطبہ الہامیہ ص۳ تا ص۱۱)

پھر اس سے آگے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان قربانیوں کے آخری نتائج کا ذکر یوں کرتے ہیں:-

"اس طرح نفس کی اونٹنی کو ذبح کرنے سے کامل انسان ردائے نفسانیت کو پارہ پارہ کر کے خلافت کا حلّہ زیب تن کر لیتا ہے اور خدائی صفات کے رنگ میں رنگین ہو جاتا ہے..... اس کے بعد مخلوق کی اصلاح کے لئے نیچے جھکتا ہے تا ساری مخلوق کو خالق حقیقی سے ملائے اور ان کو زمینی تاریکیوں سے نکال آسمانی انوار کا وارث بنائے..

یہی وہ بھید ہے جو ان جانوروں کی قربانیوں میں رکھا گیا ہے۔ اس لئے اے لوگو! تم اس حقیقت سے کبھی غافل نہ ہو"

(خطبہ الہامیہ حضرت مسیح موعود ص۲۲)

عید الاضحیٰ کی قربانیوں کے فلسفہ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتے ہیں:-

"اس سے اللہ تعالیٰ دنیا کو یہ سبق دینا چاہتا ہے کہ قربانی وہ نہیں جس میں انسان خود ہلاک ہو جائے۔ جیسا کہ دوسری قوموں میں رواج تھا...... بلکہ قربانی یہ ہے کہ انسان اس غرض سے اس طرح تکلیف اٹھائے کہ اس کا فائدہ دنیا کو پہنچے۔ خدا تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ لوگ مریں بلکہ اسے یہ پسند ہے کہ لوگ زندہ ہوں۔ وہی قربانی اس کی راہ میں قبول ہو سکتی ہے جو بنی نوع انسان کی زندگی کا موجب ہو"

(الفضل ۱۵ نومبر ۱۹۴۵ء)

وہ قربانی جو عید کے دن کی جاتی ہے تمام احمدیوں کو وقف زندگی کی تحریک کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ وقف زندگی کی تحریک صحیح معنوں میں اس قربانی کی مثیل ہے جو آج سے ہزاروں سال قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے دی۔

عید الاضحیٰ کی قربانیوں کا فلسفہ اور وقف زندگی بالکل ایک چیز ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں:-

"پس ان قربانیوں کا آخری مقصد یہ ہے کہ انسان پورے طور پر خدا کے تابع ہو جائے۔ اپنے نفس امارہ کو ایسی چھری سے ذبح کر ڈالے جس سے تمام دنیاوی آلائشوں سے پاک ہو کر صرف اور صرف خدا کے لئے ہو جائے۔ اس کے ساتھ مختلف اقسام کی تلخیاں برداشت کرے۔ یہی حقیقت اسلام ہے"

(خطبہ الہامیہ ص۵)

دوسری جگہ اس فلسفہ قربانی کو وقف زندگی برائے اسلام کے تحت بایں الفاظ بیان فرماتے ہیں:-

"ان آیات پر غور کرنے سے یہ بات بھی صاف اور بدیہی طور پر ظاہر ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنا........ دو قسم پر ہے ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کو ہی اپنا معبود اور مقصود اور محبوب ٹھہرایا جائے اور اس کی عبادت اور محبت اور رجاء میں کوئی دوسرا شریک باقی نہ رہے اور اس کی تقدیس اور تسبیح اور عبادت اور تمام عبودیت کے آداب اور احکام اور اوامر اور حدود اور امور قضا و قدر کے دل و جان قبول کئے جائیں اور نہایت تذلل اور نیستی سے ان سب حکموں اور حدوں اور قانونوں اور تقدیروں کو بارادت تام سر پر اٹھایا جائے اور نیز وہ تمام پاک صداقتیں اور پاک معارف جو اس کی وسیع قدرتوں کی معرفت کا ذریعہ اور اس کی حکومت اور سلطنت کے علو مرتبہ کو معلوم کرنے کے لئے ایک واسطہ اور اس کے آلاء اور نعماء کے پہچاننے کے لئے ایک قوی رہبر ہیں بخوبی معلوم کر لئے جاویں۔

دوسری قسم اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کی یہ ہے کہ اس کے بندوں کی خدمت۔ ہمدردی اور بار برداری اور سچی غمخواری میں اپنی زندگی وقف کر دی جائے۔ دوسروں کو آرام پہنچانے کے لئے دکھ اٹھائے جائیں اور دوسروں کی راحت کے لئے اپنے پر رنج کو گوارا کر لیں"

(آئینہ کمالات اسلام ص۶۰، ۶۱)

دونوں عبارتوں کو آمنے سامنے رکھنے سے یہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ یہ قربانیاں اور وقف زندگی برائے احیائے کلمۃ الاسلام حقیقت میں ایک ہی ہیں۔ اور ہر بکرا۔ ہر بکری۔ ہر گائے ہر اونٹ جو اس مبارک دن ذبح کیا جاتا ہے وہ تمام مسلمانوں کو خصوصاً احمدیوں کو وقف زندگی کی تلقین کرتا ہے۔

مبارک ہیں وہ وجود جو آج کے مبارک روز مادی قربانیاں دینے کے ساتھ روحانی قربانی بھی ادا کرتے ہیں اور خدا کے دین کا بول بالا کرنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کرنے کا عزم کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو اور ان کی قربانیوں کو مثمر ثمرات حسنہ کرے۔

اعانت الفضل

(۱) مکرم چوہدری محمد شریف صاحب چک ۲۰/۹ رکھ برانچ تحصیل جڑانوالہ ضلع لائلپور نے (جو ہماری جماعت میں شامل نہیں ہیں) اپنے لڑکے کے ملازم ہونے کی خوشی میں مبلغ پانچ روپے اعانت الفضل کے لئے عطا کئے ہیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء اس رقم سے کسی مستحق کے نام اخبار الفضل کا خطبہ نمبر سال بھر کے لئے جاری کر دیا جائے گا۔

(۲) مکرم چوہدری فضل خانصاحب احمدی کھوکھر نے مبلغ پانچ روپے کسی مستحق کے نام سال بھر کے لئے خطبہ نمبر جاری کرنے کی غرض سے عنایت فرمائے ہیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء احباب چوہدری صاحب موصوف اور ان کی اہلیہ محترمہ کی صحت اور سلامتی کے لئے دعا فرمائیں۔ (مینیجر الفضل ربوہ)

ولادت

مکرم حکیم محمد صدیق صاحب شمس الاطباء مالک دواخانہ طب جدید ربوہ کے بڑے لڑکے محمد احمد صاحب آف لاہور کو اللہ تعالیٰ نے دوسری لڑکی عطا فرمائی ہے۔ احباب کرام دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نومولودہ کو درازی عمر عطا فرمائے اور خادمہ دین بنائے آمین۔ (طاہر احمد ربوہ)

آپ کا بگڑا ہوا بچہ بھی سدھر سکتا ہے

بشرطیکہ آپ اپنے لخت جگر کو سکول بھیجنے سے پہلے ہمارا حیات افروز نصاب پڑھا کر (ا-ب-ج) کے پہلے خشک ڈنڈا منیھڈ کی بے جا ظالمانہ مار پیٹ سے پیدا ہونے والی لاعلاج ذہنی بیماری احساس کمتری سے بچا لیں اور شروع ہی سے ہمارے رنگین و دلآویز نفسیاتی جدید الطرز کنڈر گارٹن قاعدے آدھ گھنٹہ روزانہ خود گھر پہ پڑھا کر ہمارے نئے طریقہ کی برق کی رفتاری کی بدولت اپنے جگر گوشہ کو احساس برتری کی دولت سے مالا مال کریں۔ اردو۔ انگریزی بارہ کتب کے حسین جمیل سیٹ کی قیمت پانچ روپے نو آنے محصول ڈاک ۸ رکھیل کھیل میں اردو انگریزی سکھانے والے بکیصد سے زائد کھلونے۔ قیمت ۲۵ روپے۔

محمد منور قریشی ایم۔ اے۔ ایم۔ او۔ ایل بی ٹی پرنسپل زیڈ ایم آکسفورڈ
کنڈر گارٹن بورڈنگ سکول سی بلاک ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

"زدجامِ عشق" ہر قسم کی کمزوری کو دور کر کے اعصاب کو طاقت دیتی ہیں۔ قیمت مکمل کورس ایک ماہ -/۱۲ روپے

"اشفاء لیکوریا" لیکوریا (سیلان الرحم) کے شافی علاج کے لئے "شفاء لیکوریا" استعمال کیجئے۔ قیمت مکمل کورس -/۱۵ روپے

"ماء الشفاء" ہسٹریا (بائو گولہ) کمی خون۔ ضعف اشتہا عام جسمانی و دماغی کمزوری کے لئے اکسیر دوا — قیمت ۴/۵ روپے

ملنے کا پتہ: **سعید دواخانہ**
۳۲۶۲/D لوہاری گیٹ لاہور

ٹیچنگز آف اسلام مفت

پانچ روپے کی کتب خریدنے والے دوستوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مشہور کتاب ٹیچنگز آف اسلام قیمت -/۸/۱ حجم ۱۶۶ صفحات مفت دی جائے گی

ملنے کا پتہ:۔ کراچی بکڈپو ۲۳ گولیمار کراچی

کیا آپ کو معلوم ہے

کہ ہمارے جنرل اسٹورز ملک جی برادرز ربوہ سے آپ کی ضرورتِ یا کی اشیاء عطریات۔ ہیر آئلز۔ منیاری جیولری سٹیشنری اور کراکری مناسب نرخوں پر ملتی ہیں۔ اگر ابھی تک آپ نے ہماری دوکان کے واجبی نرخوں سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ تو آئندہ ہمیں یاد فرمائیے۔ دعوتوں کے لئے چینی کے برتن۔ گلاس وغیرہ کرایہ پر ملنے کا انتظام بھی ہے

المشتہر: ملک سعادت احمد ابن ملک مولا بخش صاحب مرحوم

تریاق اٹھرا

دنیائے طب کا حیرت انگیز کارنامہ

حضرت حکیم الامت سیدنا نور الدین رضی اللہ عنہ کی مجرب دوا تریاق اٹھرا کے استعمال سے حمل ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے اور بچہ ذہین، خوبصورت، توانا اور اٹھرا کے اثرات سے محفوظ پیدا ہوتا ہے۔ صحت کی حالت میں اس دوا کے استعمال سے حمل کی تکالیف سے نجات ملتی ہے۔

قیمت فی شیشی -/۸/۲ روپے مکمل کورس ۲۵ روپے

ملنے کا پتہ: **دواخانہ نور الدین** متصل رتن باغ لاہور

اولاد سے محرومی بہت بڑا دکھ ہے

آپ گھبرائیے نہیں

آپ کے ہاں تندرست اولاد پیدا ہو سکتی ہے بشرطیکہ اپنے گھر

دواخانہ خدمت خلق ربوہ کی

بے مثال دوا "ہمدردِ نسواں" (جو بے اٹھرا) استعمال کرائیں۔

قیمت مکمل کورس -/۱۹ روپے

مینجر دواخانہ خدمت خلق ربوہ۔

اٹھرا کی گولیاں

مرض اٹھرا کا مکمل علاج

قیمت فی تولہ ایک روپیہ آٹھ آنے -/۸/۱ مکمل کورس گیارہ تولہ -/۱۵ روپے

حکیم عطاء الرحمٰن علوی
دواخانہ محافظ صحت سکارہ ضلع منٹگمری

طبیہ عجائب گھر کے خاص الخاص تحفے

بیش قیمت اجزا کے بیحد مفید مرکبات

حب ہمزاد

اکسیری مفید النساء گولیاں

زدجامِ عشق عنبری کلاں — تمام جسمانی کمزوریاں کو دور کرنے والی بیحد مفید دوا

سونے کی گولیاں — پیشاب کے امراض کو دور کر کے جسم کو فولاد کی طرح مضبوط کر دیتی ہیں۔ اعصاب کی تقویت کیلئے بے نظیر ہیں — عورتوں اور مردوں کیلئے یکساں مفید

شپاری پاک

لبوب کبیر — طاقت و قوت کی مشہور اور لذیذ معجون

ہر قسم کے اصل کشتہ جات • اصل شہد آسٹریلین • اکسیر ذیابطیس • اکسیر اٹھرا

طبیہ عجائب گھر پوسٹ بکس ۲۰۹ لاہور

قادیان کا سب سے پہلا دواخانہ

جسے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے ۱۹۱۱ء میں جاری کیا

بچے چھوٹی عمر میں فوت ہو جاتے ہوں — اولاد ہوتی ہی نہ ہو۔ عورت شدید اندرونی امراض سے لاچار ہو۔ اپریشنوں تک نوبت آپہنچی ہو۔ کیسی بھی حالت ہو خط لکھیں یا مریضہ کو لے کر خود آجائیں۔ تشخیص کے لئے معقول زنانہ انتظام ہے بفضل خدا صحت و اولاد حاصل ہو جائے گی

میسرز حکیم نظام جان اینڈ سنز (چوک گھنٹہ گھر) گوجرانوالہ

اخبار الفضل کی اشاعت بڑھانا آپ کا قومی فرض ہے

الفضل کے مشتہرین سے خط و کتابت کرتے وقت براہ مہربانی الفضل کا حوالہ ضرور دیا کریں ۔

نیز

ان سے معاملہ کرتے وقت اپنی ہر طرح تسلی کر لیا کریں

(مینیجر الفضل)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں